

لیکچر 1 پاک 301

نظریہ ایک گروہ اور قوم کے عقائد، اقدار اور نظریات کا مجموعہ ہے۔ یہ لوگوں کے سماجی شعور میں گہرا پیوست ہے۔ یہ اصولوں کا ایک مجموعہ ہے، عمل اور رہنمائی کے نظام کا ایک فریم ورک ہے جو زندگی اور انسانی عمل کو ترتیب اور معنی دیتا ہے۔ نظریہ کچھ خاص اصولوں، نظریات اور مستقبل کے لیے بلیو پرنٹ پر زور دیتا ہے۔ یہ موجودہ سیاسی، سماجی اور معاشی انتظامات کا جائزہ ہے جو اپنے اصولوں پر مبنی شعور پیدا کرتے ہیں۔ یہ بعض اعمال اور فلسفوں کو جائز یا غیر قانونی بناتا ہے۔ نظریہ قوم کو ایک سمت اور عالمی نظریہ دیتا ہے اور اس پر عمل درآمد متعلقہ لوگوں کی ذمہ داری ہے۔

نظریہ پاکستان

نظریہ پاکستان ایک ارتقائی عمل کے ذریعے تشکیل پایا۔ تاریخی تجربے نے بنیاد فراہم کی۔ علامہ اقبال نے اس کی فلسفیانہ وضاحت کی ہے۔ قائداعظم نے اس کا ترجمہ سیاسی حقیقت میں کیا۔ اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے مارچ 1949 میں قرارداد مقاصد منظور کر کے اسے قانونی منظوری دی۔ یہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے احساس کی وجہ سے تھا کہ وہ ہندوؤں سے مختلف ہیں کہ انہوں نے الگ انتخابی حلقوں کا مطالبہ کیا۔ تاہم جب انہوں نے محسوس کیا کہ ہندو اکثریت کے زیر تسلط 'جمہوری ہندوستان' میں ان کا مستقبل محفوظ نہیں ہے تو انہوں نے اپنا مطالبہ الگ ریاست میں تبدیل کر دیا۔

نظریہ پاکستان جنوبی ایشیا کی مسلم کمیونٹی کی ہندو معاشرے میں اپنی انفرادیت کو برقرار رکھنے کی جہلت سے پیدا ہوا تھا۔ مسلمانوں کا ماننا تھا کہ اسلام اور ہندو مت صرف دو مذاہب نہیں بلکہ دو سماجی نظام ہیں جنہوں نے دو الگ الگ ثقافتوں کو جنم دیا۔ دونوں کے درمیان کوئی مطابقت نہیں ہے۔ اس سرزمین کی تاریخ کا گہرا مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات صرف سیاسی بالادستی کی جدوجہد تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ دو سماجی نظاموں کے تصادم سے بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک ہزار سال سے زائد عرصے تک ایک ساتھ رہنے کے باوجود، وہ مختلف ثقافتوں اور روایات کو فروغ دیتے رہے ہیں۔ ان کے کھانے پینے کی عادات، موسیقی، فن تعمیر اور رسم الخط، سب ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ مسلم قومیت کی بنیاد نہ علاقائی تھی نہ نسلی یا لسانی بلکہ وہ ایک قوم تھے کیونکہ ان کا تعلق ایک ہی مسلک یعنی اسلام سے تھا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ جن علاقوں میں وہ اکثریت میں ہیں انہیں ایک خودمختار ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے جہاں وہ قرآن پاک اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔

دو قومی نظریہ کا ارتقاء

قیام پاکستان سے پہلے مسلمانوں کا ایک قوم کا تصور تیار ہوا۔ پاکستان قومیت کے تصور کی پیداوار تھا نہ کہ پاکستان نے قومیت کا تصور پیدا کیا۔

سابقہ طور پر مسلم قوم پرستی اسلام کی آمد کے ساتھ ابھری جس نے زندگی کے ہر شعبے سے متعلق نئے اصول متعارف کروائے۔ اس نے قرآنی تعلیمات پر مبنی ایک سومی معاشرے کے قیام کے لیے بنی نوع انسان کی نجات کا عہد کیا۔ برصغیر میں مسلم قوم پرستی کا آغاز پہلے ہندوستانی سے منسوب کیا جا سکتا ہے جس نے اسلام قبول کیا۔ عرب تاجروں نے ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں نیا مذہب اسلام متعارف کرایا تھا۔ محمد بن قاسم پہلا مسلمان حملہ آور تھا جس نے ہندوستان کا کچھ حصہ فتح کیا اور اس کے بعد غزنہ کے محمود نے 17 حملے کیے اور اسلام کی تبلیغ کے لیے دروازہ کھول دیا۔ علی ہجویری، میرا حسین زنجانی وغیرہ جیسے مسلمان صوفی (اولیاء) برصغیر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے ہندوستانی معاشرے میں برائیوں کو رد کرتے ہوئے اسلام کی تعلیمات کی خالص عملی تصویر پیش کی اور بہت زیادہ تبدیلیاں حاصل کیں۔ قطب الدین ایبک نے ہندوستان میں مستقل طور پر مسلم خاندان قائم کیا جس نے سلطنت اور مغل خاندانوں کے بعد حکومت کی۔ اس طرح ہندوستان میں ایک مضبوط مسلم کمیونٹی ابھری تھی جس کا اپنا طرز زندگی، روایات، بیرونی تاریخ اور ثقافت تھی۔ اسلام ہندو مت میں جذب نہیں ہو سکا۔ دین الہی، بختی تحریکوں وغیرہ نے خالص اسلامی کردار کو برقرار رکھنے اور اسے بیرونی حملوں سے بچانے کے لیے علمائے کرام میں رد عمل پیدا کیا۔ شیخ احمد سربندی وغیرہ کا کردار قابل ذکر ہے۔ مساوات اور سماجی انصاف نے اسلام میں تبدیلی کی تحریک دی۔

انگریزوں نے صنعتی اور سائنسی ترقی اور جدید جنگی حکمت عملی کے باعث مسلم حکمرانوں پر فتح حاصل کی۔ جنگ آزادی (1857) ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑا دھچکا تھا جنہیں انگریزوں نے بغاوت کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا۔ مسلمانوں کو ڈال دیا گیا۔

1

ہندوؤں کی مدد سے پسماندگی میں۔ یہ ان شاندار محرکات میں سے ایک تھا جس نے قوم پرستی کی علیحدہ شناخت یعنی مسلم قوم پرستی کا اعلان کرنے کی راہ ہموار کی۔ مسلم علماء نے اسلامی قانون کی تعلیم میں اصلاح اور مسلم معاشرے میں اس کے اطلاق کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ ان میں نمایاں نام سر سید احمد خان (1817-98) کا ہے جنہوں نے وقت کے ساتھ ساتھ اپنی کمیونٹی کو بیدار کیا اور رہنمائی کی۔ ان کی تعلیمی مہم، علی گڑھ تحریک، نوآبادیاتی حکمرانی کے تحت مسلم شریف لوگوں کے لیے سماجی نقل و حرکت کا بہترین ذریعہ ثابت ہوئی۔

میں انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد انگریزوں کے تحت ہندوستانی قوم پرست تحریک کے آغاز کی نشاندہی کے لیے رکھی گئی تھی۔ 1885 کانگریس نے کام کیا اور برطانوی حکومت کی مدد کی۔ سر سید نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس میں شامل نہ ہوں کیونکہ ان کے خیال میں مسلمان حکومت مخالف سرگرمیوں میں شامل ہونے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ہندو تسلط سے سرسید کے خوف نے "دو قومی نظریہ" کے لیے بیج بویا جو بعد میں آل انڈیا مسلم لیگ نے 1906 میں قائم کیا اور ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ

Join VU Group: <https://chat.whatsapp.com/FLGrrO9rl2V3bwaZRvHES8>

ریاست کے مطالبے کا باعث بنا۔ سر سید نے دلیل دی کہ جدید تعلیم اور غیر سیاسی سرگرمیاں مسلمانوں کی ترقی کی کلید ہو سکتی ہیں۔ علی

گڑھ تحریک نے ایسی تعلیم یافتہ قیادت پیدا کی جو مغربی سیاسی خطوط پر مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کر سکے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد ڈھاکہ میں انگریزوں کے ساتھ وفاداری کو فروغ دینے اور ہندوستان کے مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور مفادات کے تحفظ اور آگے بڑھانے کے لیے رکھی گئی تھی۔ اس طرح 'علیحده انتخابی حلقے' کا تصور ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ایک نئے دن کی صبح کے لیے پیش کیا گیا۔ دو قومی نظریہ نے برطانوی ہندوستان میں مسلمانوں کے پاکستان کے مطالبے کی بنیاد کے طور پر کام کیا۔ برطانوی ہندوستان میں دو بڑی قومیں ہیں۔ مسلمان ایک کمیونٹی نہیں بلکہ ایک مخصوص تاریخ، ورثہ، ثقافت، تہذیب اور مستقبل کی امنگوں کی حامل قوم ہیں۔ مسلمان اپنے الگ تشخص کی حفاظت اور حفاظت کرنا چاہتے تھے اور ہندوستان میں اپنے مفادات کو آگے بڑھانا چاہتے تھے۔ وہ غیر ہمدرد اکثریت سے مرعوب ہوئے بغیر اپنی زندگیوں کو اپنے نظریات اور فلسفہ حیات کے مطابق ترتیب دینا چاہتے تھے۔ ابتدائی طور پر، انہوں نے تحفظات، آئینی ضمانتوں اور صوبوں کو اپنے ورثے، شناخت اور مفادات کے تحفظ اور ترقی کے لیے اختیارات کے ساتھ وفاقی نظام حکومت کا مطالبہ کیا۔ بعد میں، انہوں نے ایک علیحدہ ریاست کا مطالبہ کیا جب نہ تو انگریز اور نہ ہی ہندو اکثریتی برداری ان ضمانتوں اور تحفظات کو پیش کرنے کو تیار تھی۔

ہندی اردو تنازعہ

ہندو اہیاء کی تحریکیں مسلمانوں کے خلاف زیادہ ہو گئیں۔ ہندو قوم پرستی مسلم قوم پرستی کی حریف تھی۔ ہندوستانی قوم پرستی نے مسلمانوں کو اپنے مفادات کے مؤثر طریقے سے دفاع کے لیے سیاسی طور پر منظم ہونے پر مجبور کیا۔ 1857 کے بعد ہندی اردو تنازعہ ہندوؤں کی طرف سے مسلم وراثت اور عظیم مسلم سلطنت کی میراث پر بڑا حملہ تھا۔ ہندوؤں نے اردو کے خلاف تعصب کیا کیونکہ یہ مسلمانوں کی زبان تھی۔ انہوں نے اردو کی جگہ ہندی کو سرکاری زبان بنانے کا مطالبہ کیا۔ 1867 میں بنارس میں ہندوؤں کی طرف سے اردو کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ یہ ہندی اردو تنازعہ کا آغاز تھا۔ اسی مسئلے پر، سر سید نے ہندو مسلم اتحاد کے غیر مستحکم مستقبل کے بارے میں پیشین گوئی کی۔ ہندوؤں نے دفاتر میں اردو کی جگہ ہندی رائج کرنے کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ اس سے مسلم علیحدگی کے احساس کی اہمیت میں اضافہ ہوا۔

مسلم قوم پرستی ان عظیم اصولوں کے ساتھ ظہور پذیر ہوتی ہے جن پر عمل درآمد ہوتا ہے جیسے: 1. قانون کی حکمرانی، سماجی و اقتصادی انصاف، مساوات اور منصفانہ کھیل۔

ذات، فرقہ، مذہب یا علاقے سے قطع نظر تمام شہریوں کے لیے مساوی مواقع۔ 3. مذہبی اور ثقافتی رواداری۔ 2.

انسانی وقار اور حقوق کا احترام۔ 4.

غیر مسلموں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ اور ان کے عقائد اور مذاہب پر عمل کرنے کی آزادی۔ 5.

یہ اصول آئین میں درج ہیں۔ ہمیں ان اہداف کو حقیقت میں حاصل کرنے کے لیے کام کرنا چاہیے اور ایسے ادارے اور عمل بنانا چاہیے جو ان اصولوں اور اقدار کی عکاسی کریں۔

##2

لیکچر 2
پاک 301

نظریہ پاکستان قائداعظم اور علامہ اقبال کے بیانات کی روشنی میں

مسلم شناخت کی ترقی اور دو قومی نظریہ اور قائداعظم اور علامہ اقبال

قیام پاکستان سے پہلے مسلمانوں میں قومیت کا جذبہ پیدا ہوا۔ ان کا مقصد زیادہ تر اپنی شناخت اور مفادات کا تحفظ اور فروغ تھا اور غیر ہمدرد اکثریت سے مغلوب ہوئے بغیر اپنی زندگیوں کو اپنے نظریات اور فلسفہ زندگی کے مطابق ڈھالنا تھا۔ انہوں نے ہندوؤں کی ظالمانہ اکثریت کے خلاف انگریزوں سے آئینی تحفظات حاصل کرنے کی حکمت عملی اپنائی لیکن حریفوں کی طرف سے مخاصمانہ سلوک کی وجہ سے انہوں نے الگ ریاست کا ہدف مقرر کیا۔ اسلام کو ان کی مزید ترقیوں میں مرکزی مقام حاصل تھا۔

قوم کو راہ راست پر لانے کے لیے قیادت کا کردار بہت اہم ہے۔ ایک اچھی قیادت بیداری، شعور، متحرک، سمت کا احساس، اور مخالفین کے خلاف دفاع کی خصوصیات کو متاثر کرتی ہے۔ مسلمان خوش قسمت تھے کہ انہیں ایسی قابل قیادت میسر آئی۔

محمد علی جناح

اے جناح تاریخ ساز رہنما تھے جنہوں نے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔ ان کے پاس بصیرت والی قیادت، مقصد سے وابستگی اور سیاسی متحرک ہونے کی صلاحیت تھی۔ وہ حقیقی معنوں میں ایک کرشماتی رہنما تھے۔

Join VU Group: <https://chat.whatsapp.com/FLGrrO9rl2V3bwaZRvHES8>

جناح کا کردار

جناح نے مسلمانوں کے مطالبات کو بیان کرنے اور بندوؤں اور انگریزوں کی شدید مخالفت کا سامنا کرنے میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنے سیاسی کیریئر کا آغاز 1906 میں انڈین نیشنل کانگریس میں شمولیت سے کیا۔ وہ 1909 میں قانون میں بھی شمولیت اختیار کی۔ اب وہ دونوں (AIML) ساز کونسل کے لیے منتخب ہوئے اور 1913 میں انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ سیاسی جماعتوں کے رکن تھے۔ سوراج (خود حکمرانی)، انگریزوں سے مکمل آزادی اور ماورائے آئین ذرائع استعمال کرنے کے معاملے پر گاندھی سے اختلاف کے بعد، جناح نے 1920 میں کانگریس سے استعفیٰ دے دیا۔

بندو مسلم اتحاد کو فروغ دینے کی ان کی ابتدائی کوششیں اس وقت رنگ لائیں جب لکھنؤ معاہدہ (1916) پر دستخط ہوئے۔ بندوؤں نے مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کر لیے

• الگ انتخابی حلقہ

• مرکزی مقننہ میں ایک تہائی نشستیں

• اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ

نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے تسلیم شدہ حقوق کو نظر انداز کیا گیا۔ جناح نے 1929 میں 14 نکات پیش کر کے زبردستی جوابی کارروائی کی۔

انہوں نے مسلم شناخت کی تعریف کی اور انہیں اسلام کے حوالے سے متحرک کیا اور دوسروں کو یہ باور کرایا کہ مسلمان بندوؤں اور کانگریس سے مختلف ہیں۔ ان کی تقریروں اور بیانات میں اسلامی اصول، تصورات اور علامتیں سامنے آتی تھیں۔

کی اصطلاح استعمال کی۔ NATION جناح نے فروری 1935 (قانون ساز اسمبلی) میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے اس نے دلیل دی کہ مذہب، ثقافت، نسل، فنون لطیفہ، موسیقی وغیرہ کا امتزاج اقلیت کو الگ الگ وجود بناتا ہے۔ مارچ 1936 بمبئی میں، اس نے کہا کہ مسلمان بندوؤں کے ساتھ دو قوموں کے طور پر ایک تصفیہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ 1937 میں انہوں نے زور دے کر کہا کہ ہندوستان میں ایک تیسرا فریق مسلمان بھی ہے۔ 1939 میں اس نے گرج کر کہا کہ مسلمان اور بندو دو قومیں ہیں اور وہ ایک قوم کے طور پر زندگی گزاریں گے اور ایک قوم کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کریں گے۔

، ہم اپنی مخصوص ثقافت اور تہذیب کی حامل قوم ہیں

زبان اور ادب، نام اور نام، احساس

اقدار اور تناسب، قانونی قوانین اور اخلاقی ضابطہ، رواج اور

کیلنڈر، تاریخ اور روایت، اہلیت اور عزائم؛ میں

3

مختصر یہ کہ زندگی اور زندگی کے بارے میں ہمارا اپنا مخصوص نظریہ ہے۔ کی طرف سے
بین الاقوامی قانون کی تمام توہین، ہم ایک قوم ہیں۔

تقریر اور بیانات: 1940-47

جناح اسلام کی قوت پر یقین رکھتے تھے کیونکہ انہوں نے کہا کہ اسلام ایک متحرک قوت ہے جو مسلمانوں کو متحد کر سکتی ہے۔ اس سے موجودہ بحران پر قابو پانے میں مدد مل سکتی ہے۔ یہ حوصلہ افزائی اور رہنمائی کا ذریعہ ہے جو اخلاقی بنیاد، ایک فریم ورک، سماجی نظم اور تہذیب فراہم کرتا ہے۔

آئین سازی اور حکمرانی کے لیے رہنمائی اور تحریک انہوں نے ریاست، آئین، شہری اور سیاسی حقوق اور جمہوریت کے جدید تصورات پر بھی بات کی۔ انہوں نے یقین دلایا کہ پاکستان کا آئین منتخب اسمبلی ہی تیار کرے گی۔

جدید جمہوری اور اسلامی ریاست

انہوں نے نئی ریاست میں تمام شہریوں کی برابری اور مذہبی اقلیتوں کو حقوق اور آزادی کا یقین دلایا۔

علامہ اقبال: شاعر اور فلاسفر

ایک الگ مسلم ریاست کا تصور

علامہ اقبال جیسے مرد صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کی زندگی میں اسلام کی اہمیت سے آگاہ تھے۔ ان کی پہلی عوامی نمائش 1899 میں لاہور میں انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس میں ہوئی جب انہوں نے نظم نعل یتیم پیش کی۔

ابتدائی دور میں ڈاکٹر اقبال نظریات کے اعتبار سے قوم پرست تھے اور ان کی شاعری میں ترانہ بند جیسی نظمیں تھیں۔ ان کی شاعری موجودہ معاشرتی حالات پر تنقید کرتی تھی۔ یورپ سے تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے وہ مغربی ثقافت کے تمام کمزور پہلوؤں کو جانتا تھا۔ انہوں نے سرمایہ داری، مادیت اور روحانیت کی کمی پر تنقید کی۔

اقبال- ہندوستانی مسلمانوں کے حالات پر توجہ دیں۔

اسلام مسلمانوں کو نجات دلا سکتا ہے۔

اسلام نے ہمیشہ مسلمان کو بچایا ہے۔

اسلام ایک زندہ اور متحرک نظریہ ہے جو کر سکتا ہے۔
جدید چیلنجوں کا مقابلہ کریں۔

اسلام ان کے اندرونی مسائل پر قابو پاتے ہیں مدد کرتا ہے۔
اختلاف پیدا کریں اور انہیں بیرونی چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنائیں

اسلام سے ماخوذ روحانیت کے ساتھ
اجتہاد اور تعبیر

(پڑھیں: اسلام میں مذہبی فکر کی تعمیر نو)

مسلم لیگ کے اجلاس سے خطاب، الہ آباد، دسمبر 1930

میں پنجاب، سرحد، سندھ، بلوچستان دیکھنا چاہتا ہوں۔
خود حکومت کے طور پر ایک واحد ریاست میں ضم کیا گیا۔
برطانوی سلطنت کے اندر یا اس کے بغیر۔ یہ فائنل ہے۔
کے مسلمانوں کا مقدر انڈیا N.W.

ڈاکٹر اقبال کے اشعار کا حوالہ دیا جا سکتا ہے) ویب سائٹ بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے)

<http://brain.brain.net.pk/~wisetech/50/bio/quaid.htm>

<http://brain.brain.net.pk/~wisetech/50/bio/iqbal.htm>

4

لیکچر 3

پاک 301 علی گڑھ تحریک



کی جنگ آزادی کا اختتام ایک تباہی میں ہوا۔ 1857
مسلمان انگریزوں کا خیال تھا کہ مسلمان ہیں۔
کی جنگ کے ذمہ دار تھے اور اس لیے وہ تھے۔ 1857
بے رحمانہ سزا اور بے رحمانہ انتقام کا نشانہ بنایا۔
انگریزوں نے ہمیشہ مسلمانوں کو اپنی نظر سے دیکھا
دشمن کیونکہ انہوں نے انہیں اقتدار سے بے دخل کر دیا تھا۔ کے ساتھ
کی جنگ میں یہ احساس شدت اختیار کر گیا اور بر 1857
مسلمانوں کو برباد کرنے اور دہانے کی کوشش کی گئی۔
ہمیشہ کے لیے اس طرح مغلوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور ذیلی
براعظم براہ راست برطانوی تاج کے نیچے چلا گیا۔

سر سید احمد خان نے جدید تعلیم کو اپنا شعار بنایا ترقی کرنے کے لیے



مسلم حکمرانی کے بعد نئے حکمرانوں، انگریزوں نے زبردست تبدیلیوں کے ساتھ نئی تعلیمی پالیسی
نافذ کی۔ اس پالیسی نے سکولوں میں عربی، فارسی اور مذہبی تعلیم کو محدود کر دیا اور 1835 میں
انگریزی کو تعلیم کا واحد ذریعہ کے ساتھ ساتھ سرکاری زبان بنا دیا۔ جدید اور مغربی ہر چیز کے
بارے میں غلط رویہ، اور نئے مواقع سے استفادہ کرنے کی طرف مائل مسلمانوں میں حکومت قائم
کی گئی۔ یہ رجحان، اگر یہ طویل عرصے تک جاری رہتا، تو مسلم کمیونٹی کے لیے تباہ کن ثابت
ہوتا۔

مایوسی اور مایوسی کے وہ دن تھے جب سر سید ان کو بچانے کے لیے مسلمانانہ بند کے افق پر نمودار

Join VU Group: <https://chat.whatsapp.com/FLGrrO9rl2V3bwaZRvHES8>

ہوئے۔ سرسید کو یہ یقین تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی تخلیق نو نے بالکل بھی یہ تصور نہیں کیا تھا کہ بنی

نوع انسان اپنے وجود کے ایک انتہائی اہم مرحلے میں داخل ہو چکی ہے، یعنی سائنس اور تعلیم کا وہ دور جو انگریزوں کے لیے ترقی اور خوشحالی کا ذریعہ تھا۔ لہذا، جدید تعلیم ہندوستانی مسلمانوں کی تخلیق نو کے لیے ان کی تحریک کا محور بن گئی، جس نے ان کی زندگیوں میں ایک مکمل رجحان پیدا کیا۔ اس نے مسلمانوں کے ذہنوں کو قرون وسطیٰ کے نقطہ نظر سے تبدیل کرنے کی کوشش کی۔



جدید ایک

حالی اور شبلی بھی اس سے وابستہ تھے۔
علی گڑھ تحریک

سرسید کا پہلا اور سب سے اہم مقصد مسلمانوں کو جدید بنانا تھا۔ مغربی ثقافتی اقدار کی پیروی کرتے ہیں۔ دونوں کے لیے دوستانہ ماحول پیدا ہو سکتا ہے۔ کمیونٹیز اس نے اپنی کمیونٹی کو اس کے لیے ترغیب دی۔ مغربی فلسفہ اور انگریزی سیکھیں۔ حکمرانوں کے ساتھ ملنے کے لیے ادب۔

اس لیے اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے وہ علی گڑھ تحریک شروع کی۔ اس کے پاس دو تھے۔
فوری مقاصد کے پیش نظر:

مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان تناؤ کی کیفیت کو دور کرنا (1)
حکومت، اور

انہیں نئی حکومت کے تحت ملازمتیں اور دیگر سہولیات حاصل کرنے پر آمادہ کرنا۔ 5 (2)

ان کے نزدیک مسلمانوں کی فلاح کا یہی واحد راستہ تھا۔
سرسید کے نظریات کا خلاصہ یوں کیا جا سکتا ہے:

1. کے درمیان باہمی افہام و تفہیم کی فضا پیدا کرنا۔

برطانوی حکومت اور مسلمان

2. مسلمانوں کو مغربی تعلیم سیکھنے کی ترغیب دینا۔

3. مسلمانوں کو اشتعال انگیز سیاست سے پرہیز کرنے پر آمادہ کرنا۔

خوش قسمتی سے، سید احمد خان بہت سے مخلص دوستوں کو راغب کرنے میں کامیاب رہے جنہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ان کی مدد کی۔ ان میں نواب محسن الملک، نواب وقار الملک، حالی، شبلی، نذیر احمد، چراغ علی، محمد حیات اور ذکاء اللہ جیسی معروف شخصیات شامل تھیں۔ ان تمام شخصیات نے سرسید احمد خان کے قائم کردہ مقصد کی وکالت کی۔ کچھ انگریزی پروفیسروں جیسے بیچ، مورین، ریلی اور آرنلڈ نے بھی علی گڑھ کالج کو پہلے درجے کا ادارہ بنانے میں بہت تعاون کیا۔



سید احمد نے اپنی تعلیمی تحریک کا آغاز مراد آباد میں گلشن اسکول قائم کر کے 1859ء میں کیا۔ 1863ء میں غازی پور میں وکٹوریہ اسکول؛ سائنٹفک سوسائٹی برائے انگریزی کے ترجمے کے لیے مادری زبان

اردو میں کام کرتا ہے۔

میں علی گڑھ؛ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گرٹ 1866 میں تاریخ پر معلومات فراہم کرتا ہے - قدیم اور جدید، زراعت کی سائنس، 1864 قدرتی سائنس، طبیعیات اور جدید ریاضی؛ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے جدوجہد کرنے والی کمیٹی - 1870؛ علی گڑھ میں میں انگلش پبلک اسکولوں کی طرز پر اور بعد میں 1877 میں کالج اور 1920 میں (MAO) 1875 محمڈن اینگلو اورینٹل اسکول یونیورسٹی کی سطح پر پہنچا۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس (1886)، جو مسلمانوں کے تعلیمی مسائل کا جائزہ لینے اور انہیں جدید تعلیم حاصل کرنے اور سیاست سے کنارہ کشی پر آمادہ کرنے کے لیے ہر سال ملاقات کرتی تھی۔ بعد میں یہ ہندوستانی مسلمانوں کا سیاسی منہ بولتا اور آل انڈیا مسلم کا پیش خیمہ بن گیا۔



لڳ

اس کے علاوہ تعلیمی ترقی میں ان کا نمایاں کردار ہے۔

مسلمانوں میں سید احمد خان کی تحریروں نے اہم کردار ادا کیا۔

ان نظریات کو مقبول بنانا جن کے لیے علی گڑھ کھڑا تھا۔ 1858 میں ان کا رسالہ اصیغاتِ ہند اور ہندوستان کے وفادار محمدن کے طور پر دیگر تحریریں؛ تبیین الکلام اور خطبات احمدیہ نے اسلامی تعلیمات کے بارے میں غلط فہمیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور برطانوی حکومت اور ہندوستانی مسلمانوں کے درمیان خوشگوار تعلق قائم کرنے میں مدد کی اور اسلام اور عیسائیت کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے میں بھی مدد کی۔

6



یہ وہ پلیٹ فارم تھا جہاں سے سید احمد خان نے مسلمانوں کو ہندو اکثریتی سیاسی جماعت انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہونے سے سختی سے منع کیا تھا۔ انہوں نے اردو ہندی پر افسوس کیا۔

علی گڑھ کی اشاعت سی

تنازعہ ہندوؤں نے شروع کیا اور پیش گوئی کی کہ دونوں

تحریک

قومی مزید ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں۔ وہ مسلمانوں کے لیے

مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں جس کی وجہ سے دو قومی نظریہ سامنے آیا۔

مخصوص نشستوں کے لیے کھڑے ہوئے اور اس خیال کو بھی

فروغ دیا کہ ہندو اور

سید احمد خان کی علی گڑھ تحریک نے ہندوستانی مسلمانوں میں فکری انقلاب برپا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس طرح علی گڑھ موومنٹ اپنے بڑے مقاصد میں کامیاب ہوئی اور پسماندہ مسلم کمیونٹی کو قوم کی حقیقی حیثیت تک پہنچا دیا۔

لیکچر 4 پاک 301

سر سید احمد خان اور ان کی خدمات

ہندوستانی مسلمانوں کے عظیم نجات دہندہ سر سید احمد خان 1817 میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ دور ہے جب عظیم مغلیہ سلطنت مکمل طور پر زوال کے قریب تھی۔ سر سید کا خاندان پہلے ہی ایسٹ انڈیا کمپنی میں شامل ہو چکا تھا اور ان کے نانا نے برطانوی حکومت کے تحت ایران اور برما میں خدمات انجام دیں۔ سرسید کو انگریزی میں دلچسپی اپنے مادری خاندان سے ملی۔ ایس ایم اکرام لکھتے ہیں، ”معاملات کی اس بصیرت اور مغربی تہذیب و تمدن کے ساتھ پہلے رابطوں کے لیے وہ اپنے نانا کے مربون منت تھے۔“ (ایس ایم اکرام، جدید مسلم ہندوستان، صفحہ 18)۔ سر سید پیدائشی طور پر بہت صحت مند تھے اور ان کے دادا نے کہا: ”ہمارے خاندان میں ایک سرسید کی موت نے انہیں 1839 میں ہیڈ کلرک کے طور پر انگریزوں میں شامل ہونے پر مجبور کر (Ibid., p. 19) جاٹ پیدا ہوا ہے۔ دیا۔ ان کے بھائی کی موت نے انہیں زندگی کے اعصابی تناؤ کا بہادری سے سامنا کرنے کے لیے سنجیدہ اور پرجوش بنا دیا۔ ایک اور

واقعہ جس نے اسے مکمل طور پر بدل دیا وہ 1857 کی جنگ آزادی تھی۔ 1841 میں اس نے امتحان پاس کیا اور سب جج بن گئے۔ جنگ

آزادی کے موقع پر وہ جنور میں سب جج کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اس نے تعلیمی ادارے قائم کیے اور علی گڑھ آنے کے بعد اس نے برصغیر کے پسے ہوئے مسلمانوں کے لیے کام کرنے کی اپنی خواہشات کو زندہ کیا۔ اس نے اپنی پوری زندگی مسلمانوں کو انگریزوں کے قریب کرنے کے لیے وقف کر دی۔ ان کا انتقال 27 مارچ 1898 کو ہوا اور علی گڑھ میں دفن ہوئے۔

اس کی خدمات

انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی ذمہ داری اس وقت لی جب وہ پسماندگی، افسردگی اور ذلت میں دھنسے ہوئے تھے۔ انگریزوں نے انہیں جنگ کا مجرم ٹھہرایا جبکہ ہندوؤں نے انگریزوں کو مسلم مخالف طاقت کے طور پر جیت لیا۔ ایسے ماحول میں سرسید نے اپنی برادری کو دوبارہ زندگی میں شامل ہونے کی رہنمائی کی۔ ڈاکٹر قلب عابد کے لیے، ”سرسید احمد خان ان چند رہنماؤں میں سے تھے جنہیں مسلم انڈیا نے پیدا کیا، جنہوں نے محمد علی جناح کی طرح ہندوستانی مسلمانوں کی تقدیر سنوارنے میں زبردست کردار ادا کیا۔“ (ڈاکٹر کیو عابد، مسلم اسٹرگل فار انڈیپنڈنس، ص 11۔)

سرسید اور سیاست

سیاسی میدان میں سرسید نے بے شمار کامیابیاں حاصل کیں۔ اس نے مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان ماضی کے خاص واقعات کی وجہ سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کو ختم کیا۔ ہندوستان میں دیگر اقوام کی موجودگی میں سیاسی اتار چڑھاؤ اور بھائی بھائی کے بارے میں مسلمانوں میں بیداری سرسید کا ایک اور کارنامہ تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو مغرب کی جدید تعلیم کو جذب کرنے کی ترغیب دی کیونکہ یہی دنیا میں مغربی پھیلاؤ کا محرک تھا۔ اس نے مسلمانوں کے روشن مستقبل کا تصور کیا اگر وہ خود کو مغربی تعلیم میں مشغول کریں۔

سرسید نے جنگ آزادی کے دوران اپنی جان بچا کر انگریزوں کا اعتماد اور دوستانہ رشتہ حاصل کیا۔ انہوں نے اس تعلق کو مسلمانوں کی بہتری کے لیے استعمال کیا۔ یہ ایک نازک صورت حال تھی کیونکہ حکومت نے جنگی جرائم کو مسلمانوں کے کندھوں پر ڈال دیا تھا اور ان کی زندگی کے ہر پہلو پر حملہ کیا تھا: ”یہ واقعات مسلمانوں کے لیے صدمہ تھے۔... ان کے استعمال کردہ طریقوں نے مہذب دنیا کو چونکا دیا۔ مسلم ثقافت کے مرکز کے طور پر دہلی کی نفرت خوفناک تھی۔ بہادر شاہ ظفر کو رنگوں جلاوطن کر دیا گیا۔ لیفٹیننٹ بوڈسن نے تین مغل شہزادوں کو گولی مار دی اور بعد میں 24 شہزادوں پر مقدمہ چلا اور انہیں پھانسی دے دی گئی۔ خون کا ایک وسیع سمندر تھا۔ کچھ مسلمانوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا اور ان کی لاشیں دریائے جمنا میں پھینک دی گئیں۔ تمام مسلمانوں کو زمین، جائیداد اور ملازمتوں سے بے دخل کر دیا گیا جس کی وجہ سے وہ ہندوستان کے تیسرے درجے کے شہری بن گئے۔ اس سے مسلمانوں میں انتقامی جذبات پیدا ہوئے جو انگریزوں، ان کی ثقافت اور تہذیب سے نفرت کرتے تھے۔ سرسید کا خیال تھا کہ انگریز ایک مہذب، تعلیم یافتہ، عقلمند اور نظم و ضبط کی حامل قوم تھے اور انہوں نے نئی جنگی حکمت عملی اور جنگی سازوسامان کے ساتھ ہندوستان پر قبضہ کیا تھا جو مقامی لوگوں اور خاص طور پر مسلمانوں کے مقابلے میں نہیں آ سکتا تھا۔ اس لیے اس موڑ پر مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو وقت کی رفتار کے مطابق ڈھال لیں تاکہ مزید تباہی سے بچا جا سکے۔

سرسید نے ہندوستان کے وفادار محمدنیز اور رسالہ اصحاب بغضوت الہند شائع کی جس نے دونوں قوموں کو اپنی شکایات دور کرنے میں مدد کی۔ 1885 میں انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد رکھی گئی لیکن سرسید نے مسلمانوں کو ہندوؤں کی مخموم خواہشات سے خبردار کیا۔ دوسرا عنصر یہ تھا کہ اس نے مسلمانوں کو ایسی سیاست سے پرہیز کرنے کا ارادہ کیا جس کے نتیجے میں حکمران قوم کے ساتھ تصادم ہو سکتا ہے۔

اردو ہندی تنازعہ

اردو اصل یا مذہب سے قطع نظر تمام ہندوستانیوں کی مشترکہ زبان کے طور پر پروان چڑھی لیکن 1867 میں بنارس ہندوؤں نے اردو کو ہندی سے بدلنے کی مہم شروع کی۔ مقاصد کے حصول کے لیے انہوں نے متعدد تنظیموں کا اعلان کیا، جس سے سرسید کی حوصلہ شکنی ہوئی جنہوں نے شیکسپیئر سے کہا کہ اب سے دونوں قومیں ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں۔ بعد میں سرسید کے پیروکاروں نے اردو زبان کو بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ محسن الملک وہ ممتاز شخصیت تھے جنہوں نے اردو کے دفاع میں مسلمانوں کو منظم کیا۔

مسلمان - بحیثیت قوم

سرسید نے مسلمانوں کے لیے ”قوم“ کا لفظ استعمال کیا۔ کچھ مصنفین تنقید کرتے ہیں کہ انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک قوم قرار دیا۔ لیکن حقیقت کے طور پر، انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کی وکالت کی جس کا مطلب تھا دو قوموں کے درمیان ”کام کرنے والے تعلقات“ جیسا کہ ایک بار انہوں نے کہا تھا: ”ہندو اور مسلمانوں کو ان معاملات میں ایک ذہن بننے کی کوشش کرنی چاہیے جس سے ان کی ترقی متاثر ہو۔“ انہوں نے 1883 میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقوں کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ اکثریت اقلیت کے مفادات کو زیر (کریے گی۔ پی۔ بارڈی، صفحہ 136-37)

متحدہ ہندوستانی محب وطن ایسوسی ایشن

میں، اس نے کانگریس کے پروپیگنڈے کو پورا کرنے کے لیے پیٹریاٹک ایسوسی ایشن قائم کی۔ مسلمان اور ہندو انجمن میں شامل 1888 ہوئے۔ اس نے مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کی۔

محکمڈن ڈیفنس ایسوسی ایشن

دسمبر 1893 میں سر سید نے انجمن کی بنیاد رکھی۔ اس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے سیاسی، مذہبی اور سماجی حقوق کا تحفظ تھا۔ سرسید اس لیے عظیم تھے کہ انہوں نے شناخت کی مسلم جدوجہد میں بہت زیادہ حصہ ڈالا۔ اوٹو وون بسمارک نے تمام سرکاری ذرائع سے جرمن قوم کی خدمت کی لیکن سرسید نے اس سب کے بغیر بھی یہی کیا۔ خالد بن سعید کے لیے، "سر سید کو بہت خراج تحسین پیش کیا گیا ہے، خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اس دور میں اس طرح کے خیالات کو پیش کرنے کی جرات کی۔ (جو کسی بھی طرح سے آزاد خیال یا روادار نہیں تھا۔" (ڈاکٹر خالد بن سعید، پاکستان، فارمیٹو فیز، صفحہ 17)

لیکچر 5

پاک 301

اہم سیاسی پیش رفت 1857-1918

میں ہندوستان میں مسلم حکمرانی کا زوال آیا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں نے جنگ آزادی میں حصہ لیا لیکن انگریزوں 1857 نے بغاوت کا ذمہ دار صرف مسلمانوں کو ٹھہرایا۔ مسلمانوں پر بے رحمی سے ظلم کیا گیا اور انہیں وقت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ جنگ کے بعد کا دور مسلمانوں کے لیے تباہ کن تھا لیکن کچھ شخصیات قومی منظر نامے پر ابھریں اور اس نازک صورتحال میں اپنے لوگوں کی رہنمائی کے لیے بہترین کردار ادا کیا۔ جسٹس امیر علی سید کی سینٹرل محکمڈن ایسوسی ایشن اور علی گڑھ تحریک اس سلسلے میں بہت نمایاں ہیں۔ ہندوستانی معاشرے میں اپنی شناخت اور سیاسی پوزیشن کے احیاء کے لیے ان کی کوششوں نے انہیں مستقبل میں کسی بھی چیلنج کا سامنا کرنے کے قابل بنایا۔ کچھ اہم مسائل پر پچھلے لیکچرز میں پہلے بھی بات ہو چکی ہے۔ چنانچہ تاریخی تناظر میں واقعات کا مختصر حوالہ دیا جا سکتا ہے:

- کی بغاوت کے بعد زوال 1857
- سرسید اور ان کے ساتھیوں کی حیات نو کی کوششیں

مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان غلط فہمیوں کو دور کرنا•

تعلیمی تحریک یا جدید علم اور انگریزی کا حصول• ہندی-اردو تنازعہ وہ مسئلہ تھا جس نے مسلمانوں کے تئیں ہندو برادری• کی نفرت اور دشمنی کو جنم دیا۔ کانگریس کا قیام مسلمانوں کو ہندو مذہب میں شامل کرنے کا طریقہ تھا۔ اس نے اشتعال انگیز سیاست کو مقبول بنایا جس کے• مسلمان متحمل نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ وہ اب بھی ماضی کے خلاء کو پورا کر رہے تھے۔ ہندو احیاء پسند تحریکوں نے زیادہ تر مسلمانوں کو نشانہ بنایا جس نے دونوں ممالک کے درمیان خلیج کو وسیع کرنے کی• رفتار کو تیز کیا۔

کے آغاز کے بعد کے واقعات 20 صدی

1. بنگال کی تقسیم، 1905
2. شملہ ڈیپوٹیشن، 1906
3. مسلم لیگ کی تشکیل، 1906
4. مسلم لیگ کے مقاصد میں تبدیلی، 1913
5. لکھنؤ معاہدہ، 1916

بنگلہ کی تقسیم: 1905:1

متحدہ بنگال کا رقبہ 80 ملین آبادی کے ساتھ 189,000 مربع میل پر محیط ہے۔ ڈاکٹر عبدالحمید اپنی کتاب، ہندوستان میں مسلم علیحدگی پسندی میں لکھتے ہیں کہ تقسیم ضروری تھی چارے کرزن نے اس کی شروعات نہ کی ہو۔ ایک لیفٹیننٹ گورنر کو مشرقی علاقوں کی دیکھ بھال میں مشکلات کا سامنا تھا۔ بنیادی طور پر مسلمانوں کو انگریزوں کی بوسیدہ انتظامیہ کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑا۔ 1905 سے پہلے بنگال کی تقسیم کی کئی تجاویز زیر غور تھیں لیکن لارڈ کرزن نے اس انتظامی اسکیم کو عملی شکل دینے کا فیصلہ کیا۔ مشرقی بنگال اتفاق سے ایک مسلم اکثریتی صوبہ بن گیا جس کی 31000000 میں سے 13000000 تھی۔ مغربی بنگال ایک ہندو اکثریتی صوبہ تھا۔ مسلمان تقسیم پر بہت خوش تھے کیونکہ اس نے انہیں اپنی زندگی کے حالات کو فروغ دینے کے قابل بنایا تھا۔ یہ بجا طور پر معاوضے کا موقع تھا۔ مسلم کمیونٹی نے اس کی بھرپور حمایت کی لیکن ہندوؤں نے اسے مادر وطن کی تقسیم کہہ کر غصے سے جواب دیا۔ کانگریس نے تقسیم مخالف تحریک میں شمولیت اختیار کی۔ انہوں نے بڑے پیمانے پر احتجاج، تشدد اور غیر ملکی سامان کا بائیکاٹ شروع کر دیا۔ ہندوؤں کے احتجاج کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان کی مشرقی حصوں پر گرفت ڈھیلی ہو گئی تھی۔

دسمبر 1911 کو تقسیم کی منسوخی 12

برطانوی حکومت نے کنگ جارج پنجم کے دورے پر پریشانی سے بچنے کے لیے تقسیم کو منسوخ کر دیا۔ ہندوؤں کی طرف سے اختیار کیے گئے احتجاج کی پر تشدد حکمت عملی پر حکومتی ردعمل سے مسلمان مایوس ہوئے۔

10

شملہ ڈیپوٹیشن 1906: 2

درحقیقت شملہ ڈیپوٹیشن ایک قسم کی سوچ کے مطابق تھی جو اس زمانے میں مسلمانوں میں پروان چڑھ رہی تھی یعنی ان کے کچھ مفادات تھے اور انہیں اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے کھڑا ہونا چاہیے اور جب تک وہ ایسا نہیں کریں گے وہ مقصد حاصل نہیں ہو گا۔ 1906 کا شملہ ڈیپوٹیشن مسلمانوں کی طرف سے برطانوی حکومت کے سامنے اپنے مطالبات پیش کرنے اور ان کی منظوری کے لیے پہلی منظم کوشش تھی۔ شملہ وفد میں ہندوستان بھر سے 35 مسلمان شامل تھے۔ یہ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام صوبوں کے مسلمانوں کے رہنماؤں کی ایک کھکشاں تھی اور اس میں تمام پس منظر کے مسلمان تھے۔ چنانچہ جب 1906ء میں اس وفد نے وائسرائے سے ملاقات کی تو یہ مسلمانوں کا سب سے نمائندہ وفد تھا۔ اس وفد کی قیادت سر آغا خان کر رہے تھے اور نواب محسن الملک نے سیکرٹری کے طور پر کام کیا اور اس وفد نے شملہ میں وائسرائے سے ملاقات کی اس لیے اسے شملہ ڈیپوٹیشن کہا گیا۔ انہوں نے جو میمورنڈم پیش کیا وہ ایک قسم کے مطالبات تھے جو اس وقت مسلمانوں کے ذہنوں میں سب سے زیادہ تھے۔ وفد نے اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کو محض عددی لحاظ سے نہ دیکھا جائے بلکہ انہیں ان کی تاریخی اہمیت اور مسلمانوں نے برطانوی ہند میں جس طرح کی شراکت کی ہے اس کو مدنظر رکھا جائے اور اس اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں اپنے مطالبات کو پورا کرنے کے لیے کام کرنا چاہیے۔ وفد نے اس بات پر زور دیا کہ ہندوستان کے عجیب و غریب حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جمہوری اصول کو متعارف کرایا جانا چاہیے۔ تنوع، حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں مختلف قسم کے لوگ رہتے ہیں اور یہ حقیقت کہ مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ بستی سمجھتے ہیں، ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھنا ضروری تھا کیونکہ ہندوستان ایک یکساں امتزاج یا یک سنگی سیاسی شناخت نہیں تھا۔ یہ ایک سیاسی شناخت تھی جس میں تنوع، نقطہ نظر میں انحراف، نقطہ نظر میں اختلاف اور جب آپ کسی قسم کا نظام متعارف کراتے ہیں تو پھر ان حقائق کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ اس عرضی کے پیش نظر انہوں نے چند مطالبات پیش کیے:

ان کی اہمیت کی وجہ سے ان کی آبادی سے زیادہ نمائندگی۔ الگ

ووٹر

سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کی نشستوں کے تحفظات۔
میونسپل یا ڈسٹرکٹ بورڈز یونیورسٹی سینیٹ اور سنڈیکیٹس میں خصوصی حصہ وائسرائے ایگزیکٹو
کونسل میں مسلم نمائندگی۔
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
وائسرائے مطالبات سے ہمدردی رکھتا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو انڈین نیشنل کانگریس کے متوازی اپنے حقوق کے لیے
جدوجہد کرنے کی ترغیب دی لیکن اس کے لیے ایک منظم پلیٹ فارم کی ضرورت تھی۔

ڈھاکہ میں مسلم لیگ کی تشکیل: 30 دسمبر 1906: 3

شملہ ڈیپوٹیشن کی کامیابی کے بعد مسلمانوں کو باقاعدہ منظم کرنے کا وقت آگیا۔ مسلم قائدین ایک مستقل سیاسی فورم
بنانے کی خواہش رکھتے تھے۔ محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کے لیے مسلم رہنماؤں
نے ملاقات کی۔ اجلاس کی صدارت وقار الملک نے کی۔ نواب سلیم اللہ نے مسلم لیگ کی تجویز پیش کی اور حکیم اجمل خان اور
مولانا ظفر علی خان نے تائید کی۔
کراچی اجلاس دسمبر 1907 میں اس کے آئین کی منظوری دی گئی اور مارچ 1908 میں علی گڑھ میں آغا خان باضابطہ طور پر
اس کے صدر منتخب ہوئے۔

لندن پرانچ: مئی 1908

جسٹس امیر علی سید نے لندن میں مسلم لیگ کی ایک شاخ قائم کی اور مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کی غلط فہمیوں اور
سازشوں کا موثر جواب دیا۔

مقاصد:

1. مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور مفادات کا تحفظ اور فروغ۔
2. مندرجہ بالا مقصد کے لیے تعصب۔
3. مسلمانوں میں حکومت کے تئیں وفاداری کے احساس کو
فروغ دینا۔

11

مسلم لیگ 1913 کے مقاصد میں تبدیلی: 4

ویں صدی کی پہلی دہائی کے دوران اہم پیش رفت ہوئی جیسے بنگال کی تقسیم کی منسوخی اور مسلم ممالک پر 20
مغربی جارحیت، بلقان کی جنگیں، لیبیا-اٹلی کی جنگ، کانپور میں مسجد کا انہدام (1913) وغیرہ نے مسلمانوں کے ایمان کو کمزور
کیا۔ برطانوی اس کے نتیجے میں مسلم لیگ کی پالیسی میں بڑی تبدیلی آئی۔ 1913 میں، لیگ نے اپنے مقاصد کو تبدیل کیا
ہندوستان کے عجیب و غریب حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے برطانوی ولی عہد کے تحت خود حکومت۔ اسی طرح کے
مقاصد کے لیے کام کرنے والی کسی بھی پارٹی کے ساتھ دیگر کمیونٹیز کے تعاون کے ساتھ اچھے تعلقات۔
اس تبدیلی نے ایم ایل اور کانگریس کو قریب لایا۔ اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تعاون کا دور شروع ہوا۔ کانگریس
اور مسلم لیگ کو ایک میز پر لانے میں قائداعظم کا کردار انتہائی قابل ذکر ہے۔ 1913 میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔

لکھنؤ معاہدہ، 1916: 5

لکھنؤ معاہدہ ہندو مسلم اتحاد کا نتیجہ تھا جس کا تصور ایم اے جناح نے کیا تھا۔ دسمبر 1915 میں، ایم ایل اور کانگریس کی
بمبئی میں الگ الگ ملاقات ہوئی۔ دونوں جماعتوں نے دیگر سیاسی جماعتوں کی مشاورت سے آئینی تجاویز کی اسکیم بنانے
کے لیے کمیٹیاں قائم کیں۔

قائداعظم کا کردار

جناح نے مسلمانوں کے حقوق کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ دونوں قوموں کو متحد کرنے کے لیے بہت کچھ کیا۔ 1916
میں لکھنؤ میں دونوں جماعتوں کی میٹنگ ہوئی۔ آئینی تجاویز کی منظوری دی گئی

1. امپیریل لیجسلیٹو کونسل میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی نشستیں۔
2. الگ انتخابی حلقہ
3. ایگزیکٹو کونسل کے آدھے ممبران جو امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے ذریعے منتخب کیے جائیں گے۔
4. ہندوستانیوں کے لیے فوج کے کمیشنڈ رینک۔
5. صوبائی قانون ساز کونسلوں کی توسیع۔
6. گورنر کی ایگزیکٹو کونسل کے آدھے اراکین کا انتخاب صوبائی قانون ساز کونسل کے ذریعے کیا جائے گا۔
7. صوبوں میں اقلیتوں کو وزن۔

مسلم نقطہ نظر سے فائدہ

1. الگ انتخابی حلقہ
2. مرکزی مقننہ میں ایک تہائی مسلم نشستیں
3. غیر سرکاری بل، اگر کسی کمیونٹی کے تین چوتھائی اراکین کی طرف سے مخالفت کی جائے تو اسے منظور نہیں کیا جائے گا۔

اگست 1917 برطانوی حکومت کا اعلان 20

سکریٹری آف اسٹیٹ مونٹاگو نے وعدہ کیا:

1. حکومت کی تمام شاخوں میں ہندوستانی کی عظیم تر ایسوسی ایشن۔
2. ذمہ دار حکومت
3. کمیشنڈ رینک میں ہندوستانیوں کی شمولیت۔

نتیجہ:

مسلمانوں کی تاریخی جدوجہد نے ان کی شناخت کی تصدیق کی۔ انہوں نے مطالبات کے حل کے لیے اپنی سیاسی جماعت کو منظم کیا۔ انہیں ہندوؤں نے ایک الگ قوم کے طور پر بھی تسلیم کیا۔ انگریزوں نے سیاسی ڈومین میں ان کے کردار کو قبول کیا۔

12

لیکچر 6

پاک 301 تحریک خلافت

خلافت تحریک ایک مذہبی سیاسی تحریک تھی جسے برطانوی ہند کے مسلمانوں نے خلافت عثمانیہ کو برقرار رکھنے اور مسلمانوں کے مقدس مقامات کا کنٹرول غیر مسلموں کے حوالے نہ کرنے کے لیے شروع کیا تھا۔ ترکی نے پہلی جنگ عظیم میں جرمنی کا ساتھ دیا۔ جیسے ہی اس نے جنگ بارنا شروع کی، ہندوستان میں ترکی کے مستقبل کے بارے میں خدشات کا اظہار کیا گیا۔ یہ 1919 سے 1922 تک دو بڑی برادریوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کی طرف سے مظاہروں، بائیکاٹ اور دیگر دباؤ کا عروج کا دور تھا۔ بھائی بونے کے ناطے ہندوستانی مسلمانوں نے مسلم ملک کی مدد کرنا اپنے مذہبی فرض کا احساس کیا۔ یہ اسلام پر مبنی اضافی علاقائی منسلکات تھی۔ پہلی کی طرح ایک اور عنصر یہ تھا کہ ہندوستانی مسلمان خلافت عثمانیہ کو امت مسلمہ کے اتحاد کی علامت سمجھتے تھے۔

مقاصد:

1. خلافت عثمانیہ کو برقرار رکھا جائے۔
2. ترکی کی علاقائی یکجہتی کو برقرار رکھا جائے۔
3. مقدس مقامات کا کنٹرول غیر مسلموں کو نہ دیا جائے۔

بطول و عرض:

مسلم دانشوروں کی تحریروں نے خلافت کے تحفظ اور مقدس مقامات پر مسلمانوں کا کنٹرول برقرار رکھنے کے جذبات کو ابھارا۔ مسلمانوں کی صحافت نے جدوجہد کی سمت کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ظفر علی خان کے زمیندار، مولانا محمد علی جوہر کے کامریڈ اور ہمدرد، اور مولانا ابوالکلام آزاد کے الہلال وغیرہ نامور اخبارات و رسائل تھے جنہوں نے اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے کا فریضہ سرانجام دیا۔ اتحادیوں نے شکست خوردہ ترکی پر ذلت آمیز شرائط عائد کیں۔

بھارت میں احتجاج:

آل انڈیا خلافت کمیٹی جولائی 1919 میں بمبئی میں بنائی گئی۔ نومبر 1919 میں دہلی میں پہلی خلافت کانفرنس کا اہتمام کیا گیا جس میں گاندھی اور نہرو جیسے کانگریسی لیڈروں نے شرکت کی۔ اس طرح بڑی سیاسی پارٹیوں نے مسلم کمیونٹی کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں پر حملہ کرنے کے لیے ہاتھ جوڑ لیے۔ ان اقدامات کا اعلان کیا گیا

- == فتح کی تقریبات میں شرکت نہ کرنا۔ ==
- == برطانوی سامان کا بائیکاٹ ==
- == حکومت کے ساتھ عدم تعاون ==

دوسری خلافت کانفرنس (امرتسر) دسمبر 1919 میں منعقد ہوئی۔ مولانا محمد علی اور شوکت علی جیل سے رہا ہونے کے بعد اس اجلاس میں شامل ہوئے۔ جنوری 1920 میں ایم اے انصاری ایک وفد کی قیادت وائسرائے کے پاس گئے جبکہ مولانا ایم اے جوہر یورپ گئے۔ خلافت کمیٹی نے مئی 1920 میں کانگریس کے ساتھ مل کر عدم تعاون شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

رولٹ ایکٹ، 1919

رولٹ ایکٹ ہندوستان میں متعارف کرایا گیا ایک کالا قانون تھا۔ قانون کے مطابق حکومت کو کسی بھی ہندوستانی پر ظلم کرنے کا اختیار حاصل تھا اور گرفتار افراد کو قانونی مدد اور اپیل کرنے کا حق نہیں تھا جیسا کہ فرانس میں انقلاب فرانس سے پہلے 'لیٹرس ڈی کیج' میں تھا۔ جناح نے بطور احتجاج مرکزی مقننہ سے استعفیٰ دے دیا۔

جلیانوالہ باغ کا واقعہ، اپریل

لوگ امرتسر کے جلیانوالہ باغ میں جمع ہوئے لیکن جنرل ڈائر نے اس ہجوم کو منتشر کرنے کے لیے گولی چلائی جس میں بہت بڑا انسانی جانی نقصان ہوا (379)۔ اسے ہندوستان کے عظیم سانحات میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ 1940 میں گورنر پنجاب سر میکال او ڈنیر کو قتل کر کے رام محمد سنگھ آزاد نے بھارتی قتل عام کا بدلہ لے لیا۔ کانگریس کے ناگپور اجلاس (دسمبر 1920) نے حکومت کے ساتھ عدم تعاون کی منظوری دی لیکن جناح نے مخالفت کی اور کانگریس چھوڑ دی کیونکہ وہ احتجاج کے ماورائے آئین ذرائع کے استعمال کے خلاف تھے۔

13

عدم تعاون:

- == واپسی کے عنوانات ==
- == عدالتوں اور تعلیمی اداروں کا بائیکاٹ ==
- == نوکریوں سے استعفیٰ دے دیں۔ ==
- == بعد میں پولیس اور فوجی ملازمتوں سے استعفیٰ دے دیا۔ ==
- == ٹیکس ادا کرنے سے انکار ==

خلافت کانفرنس، کراچی، جولائی 1921

اجلاس میں شرکاء نے ترک سلطان سے اپنی وفاداری کا اظہار کیا۔ انہوں نے ایچی ٹیشن جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور

ترکی سے غیر ملکی افواج کو نکالنے کے لیے اتاترک کی حمایت کی۔ تحریک ہجرت 1920-21

ہندوستانی علماء (مذہبی رہنماؤں) نے ہندوستان کو 'دارالحرہ' قرار دیا۔ دارالحرہ کا مطلب ہے وہ جگہ (ملک) جہاں مسلمانوں کو اپنے مذہبی عبادات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مذکورہ صورت حال میں مسلمانوں کو قریبی محفوظ مقام کی طرف ہجرت کرنی چاہیے۔ علماء نے دارالاسلام، افغانستان جانے کے فیصلے جاری کر دیئے۔ ایک تاثر تھا کہ افغانستان کا بادشاہ ان کا استقبال کرے گا۔ چنانچہ ہجرت بڑے پیمانے پر ہوئی۔ شروع میں افغانوں نے ان کا استقبال کیا۔ بعد میں، انہوں نے سرحد بند کر دی اور تارکین وطن کو واپس ہندوستانی علاقوں میں دھکیل دیا۔ اس کے نتیجے میں جانی اور مالی نقصان ہوا۔ اس مشن کے دوران بہت سے لوگ مارے گئے۔ کچھ افغانستان سے سوویت یونین گئے کیونکہ اب ان کے پاس ہندوستان میں کچھ نہیں تھا۔

ترکی کا خاتمہ

موہلہ ریوولٹ مالابار کوست، کالی کٹ کے قریب

موہلہ ان عرب مسلمانوں کی اولاد تھے جو برصغیر میں محمد بن قاسم کی آمد سے پہلے ہی آباد ہوئے تھے۔ اگست 1921 میں، انہوں نے ہندو جاگیرداروں کے خلاف بغاوت کی جن کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک کیا گیا۔ بعد میں یہ تصادم موہلہ بمقابلہ پولیس اور ہندو میں بدل گیا۔ اس سے ہندو مسلم تعلقات خراب ہو گئے۔ تشدد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور فروری 1922 میں چوراچوری واقعہ (یو پی) نے حالات کو مزید خراب کر دیا۔ کانگریس کے رضاکاروں نے ایک پولیس اسٹیشن کو آگ لگا دی اور 21 پولیس اہلکار مارے گئے۔ گاندھی نے اچانک تحریک ختم کر دی۔

ترکی میں پیش رفت

میں اتاترک ایک قومی رہنما کے طور پر ابھرا اور سلطان کے اختیارات کو محدود کر دیا۔ اس کے بعد انہیں گرینڈ نیشنل 1922 اسمبلی نے ریاست کا چیف مقرر کیا تھا۔ مارچ 1924ء میں خلافت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس سے ہندوستانی مسلمانوں میں شدید ناراضگی پھیل گئی۔ انہوں نے وفود ترکی بھیجے لیکن اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

نتیجہ:

1. یہ اس حقیقت کا دوبارہ اثبات تھا کہ مذہب ایک متحرک قوت ہے اور خاص طور پر اسلام میں عوام کو منظم کرنے کی متحرک صلاحیت موجود ہے۔
2. یہ وہ تحریک تھی جو ماورائے علاقائیت کی بنیاد پر شروع کی گئی تھی۔ بعد میں ایسی کوئی تحریک نہیں چلی بلکہ پان اسلامک جذبات جاری رہے۔
3. اس کے نتیجے میں مسلمانوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔
4. ہندو مسلم اتحاد قلیل مدتی ثابت ہوا۔

مسلم
لیگ
اور
دیگر
مسلم
تنظیمو
ں کا
دوبارہ
فعال
ہونا
ایک
علیحدہ
قوم
کے
طور
پر اپنی
سرگرم
یاں
دوبارہ
شروع
5

لیکچر 7 پاک 301

برطانوی ہندوستان میں مسلم سیاست: 1924-1935

1. دہلی مسلمانوں کی تجاویز
2. نہرو رپورٹ
3. قائداعظم کے چودہ نکات
4. سائمن کمیشن
5. گول میز کانفرنسیں
6. آئینی تجاویز

پس منظر:

تحریک خلافت نے ہندو مسلم برادریوں کو تعاون پر لایا۔ قائدین نے آئینی تجاویز کی تیاری کے لیے ہم آہنگی کو بحال کرنے کی کوششیں کیں۔

دہلی مسلمانوں کی تجاویز: مارچ 1927: 1:

قائد کی پہل پر اہم مسلم رہنماؤں نے دہلی میں ملاقات کی جس میں آئینی اور سیاسی امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ اہم مطالبات یہ تھے:

پنجاب اور بنگال: مجسمہ مسلم اکثریت

صوبوں میں کوئی وزن نہیں۔

سندھ کو بمبئی سے الگ کیا جائے۔

صوبہ سرحد میں آئینی اصلاحات

مرکزی مقننہ میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی نشستیں

فرقہ وارانہ مسائل پر کوئی قانون پاس نہیں کیا جائے گا اگر متعلقہ کمیونٹی کے تین چوتھائی ارکان اس کی مخالفت کریں۔

اگر یہ مطالبات تسلیم کر لیے گئے تو وہ 'علیحدہ انتخابی حلقہ' ترک کر دیں گے۔ بعد ازاں مسلم لیگ پنجاب، شفیق لیگ اور جناح لیگ میں تقسیم ہو گئی۔ سر محمد شفیق نے ان مسائل پر جناح کی مخالفت کی:

الگ ووٹر ==

سائمن کمیشن کے تئیں رویہ۔ جناح نے ہندو مسلم اتحاد کو فروغ دینے کے لیے اپنی مسلسل کوششیں جاری رکھیں۔ ==

نہرو رپورٹ: 1928: 2:

بنیادی مقصد ہندوستانی آئین کے لیے تجاویز مرتب کرنا تھا۔ کانگریس نے آل پارٹیز کانفرنس بلانی جس نے مئی 1928 میں موتی لال نہرو اور جواہر لعل نہرو کے سکریٹری شپ کی صدارت میں 10 رکنی کمیٹی مقرر کی۔ مسلمانوں کے مفادات کو خطرے میں ڈالنے والی سفارشات یہ ہیں:

کوئی الگ ووٹر نہیں ہے۔ ==

مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی نشستیں نہیں ہیں۔ ==

پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کے لیے کوئی سیٹ ریزرو نہیں ہے۔ ہندو اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کو آبادی کے حساب سے نشستیں دی جا سکتی ہیں۔

سندھ کو صوبہ بنایا جائے اگر وہ اس کے اخراجات برداشت کر سکے۔ بلوچستان، سرحد کو بعض شرائط پر آئینی حیثیت دینے == کو قبول کیا گیا۔

قائداعظم نے کلکتہ میں آل پارٹیز کانفرنس میں رپورٹ میں ترامیم کروانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ یہ وہی لمحہ ہے جب جناح نے کہا تھا، ”یہ راستے جدا ہو رہا ہے۔“ انہوں نے بطور مسلم رہنما 14 نکات پیش کئے۔

جناح کے چودہ نکات: 3:1929

صوبوں کے پاس بقایا اختیارات کے ساتھ وفاقی نظام 1.

2. صوبائی خودمختاری.
3. مسلمانوں کے لیے الگ ووٹر.
4. صوبوں میں اقلیتوں کو موثر نمائندگی دی جائے لیکن اکثریت کو اقلیت میں کم نہ کیا جائے
5. مرکزی مقننہ میں مسلمانوں کی ایک تہائی نمائندگی.
6. کابینہ میں مسلمانوں کی ایک تہائی نمائندگی.
7. پنجاب اور بنگال کی سرحدوں میں ایسی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی جس سے مسلم اکثریت بری طرح متاثر ہو.
8. سب کو مذہبی آزادی.
9. کوئی قانون منظور نہیں کیا جائے گا اگر کسی کمیونٹی کے تین چوتھائی منتخب اراکین یہ اعلان کریں کہ یہ ان کے مفادات کے خلاف ہے.
10. سندھ کو الگ صوبہ بنایا جائے.
11. صوبہ سرحد اور بلوچستان میں آئینی اصلاحات.
12. حکومت میں مسلمانوں کی نمائندگی نوکریاں.
13. اسلامی ثقافت اور تہذیب، تعلیم، زبان، ذاتی قوانین اور مسلم اداروں کے لیے آئینی تحفظات. حکومت مالی امداد کرے.
14. کوئی آئینی ترمیم نہیں کی جائے گی جب تک کہ وفاق کی تمام آئینی اکائیاں اس پر متفق نہ ہوں.

یہ نکات ہندوستان میں رہنے والے ہر مسلمان کی امنگوں کی عکاسی کرتے ہیں.

سائمن کمیشن: 4

برطانوی حکومت نے آئینی انتظامات کی مستقبل کی شکل پر ہندوستانیوں کی رائے لینے کے لیے ایک کمیشن بھیجا. یہ 1927 میں ہندوستان آیا اور اس نے 1930 میں رپورٹ شائع کی. زیادہ تر سیاسی جماعتوں نے اس کا بائیکاٹ کیا. اس نے اپنی رپورٹ پیش کی جس میں کئی آئینی تجاویز ہیں:

مضبوط مرکز کے ساتھ وفاقی نظام حکومت =

دو گھر =

صوبوں میں نظام حکومت کا خاتمہ =

صوبائی حکومتوں کو مزید اختیارات. =

گورنر روزمرہ کے معاملات میں مداخلت نہ کرے. =

میں آئینی تبدیلیاں NWFP =

گول میز کانفرنسیں: 1930، 1931 اور 1932: 5

کانفرنس کا پہلا اجلاس

پہلے سیشن میں ایم اے جناح، سر شفیق، مولانا ایم اے جوہر، ظفر اللہ خان جیسے ممتاز مسلمانوں نے شرکت کی. انہوں نے وفاقیت، خود حکومت، اقلیتوں کے تحفظات، علیحدہ ووٹر، مرکزی مقننہ میں ترجیحی نمائندگی، پنجاب اور بنگال میں محفوظ اکثریت پر زور دیا.

دوسری کانفرنس

مولانا ایم اے جوہر پہلی کانفرنس کے بعد انتقال کر گئے تھے. دوسری کانفرنس میں اقبال، جناح اور دیگر نے شرکت کی. گاندھی نے کانگریس کی نمائندگی کی. سیشن کے اہم مسائل 'فیڈریشن' اور 'اقلیتوں' تھے.

فرقہ وارانہ ایوارڈ، اگست 1932

وزیر اعظم رامسے میکڈونلڈ نے کمیونل ایوارڈ کا اعلان کیا:

Join VU Group: <https://chat.whatsapp.com/FLGrrO9rl2V3bwaZRvHES8>

1. ہندوستان کی تمام اقلیتوں کے لیے الگ ووٹر۔
2. اقلیتوں کو وزن
3. پنجاب اور بنگال میں کوئی مسلم اکثریت نہیں ہے جیسا کہ لکھنؤ معاہدہ 4 میں کیا گیا تھا۔ مرکزی مقننہ میں مسلمانوں کی ایک تہائی نمائندگی
5. خدمات میں مسلمانوں کے لیے چوتھائی نمائندگی
6. سندھ کو صوبہ بنایا جائے۔

یونا معاہدہ ستمبر 1932

کانگریس نے ہندوستانی اقلیتوں، خاص طور پر نچلی ذات کے ہندوؤں کے لیے علیحدہ رائے دہندگی کے حق کے خلاف سخت ردعمل کا اظہار کیا جنہیں گاندھی نے بریجن (خدا کے بیٹے) کا نام دیا تھا۔ گاندھی میں اختلاف واضح ہے کہ اس نے 'خدا کے بیٹوں' کے حق پر موت تک کا روزہ رکھا۔ گاندھی کی جان بچانے کے لیے نچلی ذات کے ساتھ علیحدہ انتخابی حق کو تسلیم کرنے کا معاہدہ کیا گیا۔

گول میز کانفرنس: نومبر 17-دسمبر 1932 میں 24-3rd

پہلے دو کانفرنسوں میں اہم ایشوز پر بات ہوئی تھی اور اب باقی پر بھی بات ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں غیر تسلی بخش شرکت ہوئی۔ قائد نے لندن میں رہنے کے باوجود شرکت نہیں کی۔ گاندھی نے شرکت نہیں کی کیونکہ انہیں حراست میں لیا گیا تھا۔ کانفرنس نے پارٹی پوزیشنوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور ہندو مسلم خلیج کو وسیع کیا۔ آئینی تجاویز پر وائٹ پیپر: مارچ 1933

برطانوی حکومت نے وائٹ پیپر کی شکل میں ایک چھوٹی دستاویز جاری کی۔ اس میں ہندوستانی آئین کی ورکنگ بنیادوں کی تفصیل شامل اور صوبوں میں مکمل ذمہ دار حکومتیں تھیں۔ Dyarchy تھی جس میں مرکز میں

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935

بادشاہ کی طرف سے منظور شدہ: اگست 1935
ان کوششوں کے باوجود فرقہ وارانہ مسائل ہندوستان میں رہنے والی قوموں بالخصوص مسلمانوں کے لیے تسلی بخش حل نہیں ہو سکے۔ اس لیے اہم مسائل میں کوئی تبدیلی نہیں آئی: == ہندو مسلم تعلقات تصفیہ پر پہنچنے میں ناکامی۔ ==
مسلمانوں کے مطالبات حقوق کے تحفظ سے لے کر مکمل آزادی تک منتقل ہوتے ہیں۔۔۔ پاکستان ==

لیکچر 8

پاک 301

علامہ اقبال کا صدارتی خطاب

دسمبر 1930

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کا شمار ان مسلم دانشوروں میں ہوتا ہے جنہوں نے تاریخ پر گہرا اثر چھوڑا۔ انہوں نے برصغیر اور اس سے باہر کے مسلمانوں کو متاثر کیا۔ اس نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک متحرک جذبہ اور شناخت پیدا کی۔ انہوں نے ان کے سیاسی مستقبل کا فریم ورک پیش کیا اور بتایا کہ اس سے امت کے مقصد کو حاصل کرنے میں کس طرح مدد ملے گی۔ انہوں نے اپنے الہ آباد خطاب میں ایک خواب اور خواب پیش کیا۔

پس منظر: 1

ہندو مسلم سوال کو بہت اہمیت حاصل تھی اور یہ 1857 کے بعد، خاص طور پر 20 ویں صدی میں برطانوی ہندوستانی تاریخ کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔ مسلمانوں کے لیے کلیدی مسئلہ ”علیحدہ تشخص“ رہا۔ انہوں نے اپنی سطح پر پوری کوشش کی کہ حریف ممالک کو یہ سمجھایا جائے کہ مسلمان ایک الگ قوم ہے جس کی ثقافت اور تہذیب، مفادات اور حقوق مختلف ہیں۔ دو قومی نظریہ ہندوؤں اور برطانوی عوام کو متوجہ نہیں کر سکا کیونکہ وہ ”علاقائی قوم پرستی“ پر یقین رکھتے تھے۔ 1930 تک مسلمانوں میں شناخت اور سیاسی تقاضوں کا احساس پیدا ہو چکا تھا۔ اقبال نے اس پس منظر میں اپنا صدارتی خطاب کیا۔ اقبال کے یورپ میں قیام، 1905-08، نے ان کے افکار کو مضبوط بنانے میں مدد کی۔ وہ 1908 میں ہندوستان واپس آئے اور مسلمانوں کے زوال کی جڑوں اور مسلمانوں کی ترقی کے طریقہ کار پر کام شروع کیا۔ انہوں نے انہیں یاد دلایا کہ وہ مثالی رہبر کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عملی طور پر عمل کریں۔ انہوں نے اسلام کے نظریات، تعلیمات اور اصولوں پر زور دیا۔ اس نے اسلام کے ذریعے نجات کی کوشش کی۔ انہیں کئی نمایاں سماجی عہدوں سے نوازا گیا:

- میں سر کا خطاب دیا گیا۔ 1922
- (ممبر پنجاب قانون ساز کونسل) 1927-1930

انہوں نے علی گڑھ، حیدرآباد اور مدراس (1928-29) میں اسلام پر لیکچر دیا۔ الہ آباد میں انہوں نے اجلاس کی صدارت کی اور اپنا مشہور خطاب کیا۔

پتہ، دسمبر 1930

اقبال نے ہندوستان کی سیاسی اور سماجی صورت حال کا جائزہ پیش کیا اور ہندوستان کو درپیش برائیوں کا حل پیش کیا۔ انہوں نے برطانوی ہند کے مسلمانوں کی زندگی میں اسلام کے کردار کی اہمیت کا جائزہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ مذہب اور ریاست کے دوہرے پن کا یورپی نظریہ یہاں ہندوستانی سماج میں لاگو نہیں ہوتا۔ سیکولرزم کو مسترد کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مذہب مکمل طور پر ذاتی معاملہ نہیں ہے۔

انہوں نے وضاحت کی کہ اسلام ایک اخلاقی ترتیب، سماجی و سیاسی ڈھانچہ، قانونی ڈھانچہ، ضابطہ حیات، ثقافت اور تہذیب پیش کرتا ہے۔ یہ ایک زندہ، متحرک قوت ہے جس کا ہندوستانی مسلمانوں کی زندگیوں پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اسلام کی طاقت سے منتشر اور منتشر لوگوں کو ایک منظم قوت میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

مسلمان اپنی مذہبی انفرادیت کو غرق کرنے کو تیار نہیں۔ ان میں اعتماد کی کمی ہے، ہندوؤں کے تسلط کا خوف ہے۔ اگر انگریز کسی بھی قسم کی اندرونی ہم آہنگی چاہتے ہیں تو یہ تب تک ناممکن ہے جب تک کہ فرقہ وارانہ سوال حل نہ ہو جائے۔ یہ تاریخی

Join VU Group: <https://chat.whatsapp.com/FLGrrO9rl2V3bwaZRvHES8>

حقیقت ہے کہ ہندوستان ایک براعظم ہے جس میں متنوع لوگ آباد ہیں۔ اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر کوئی بھی سیاسی انتظام قابل

قبول نہیں ہو سکتا۔

- اگر مسلمانوں کو اپنی اسلامی تہذیب و روایات کے مطابق ترقی کا موقع ملے تو وہ ہندوستان کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہوں گے۔
- مسلمانوں کے قومی تشخص کو تسلیم کیے بغیر وفاقیت کامیاب نہیں ہو سکتی۔18•

- مذہب کی بنیاد پر برٹش انڈیا کی علاقائی تقسیم وقت کی ضرورت بن چکی ہے۔
- پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ایک ریاست میں ضم کیا جائے، برطانوی سلطنت کے اندر یا اس کے بغیر خود حکومت بنائی جائے۔
- اس طرح کی ایک مستحکم شمال مغربی مسلم ریاست کی تشکیل کم از کم شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کا آخری مقدر دکھائی دیتی ہے۔
- بھارت کو طاقت کے اندرونی توازن کی وجہ سے امن اور سلامتی کی پیشکش کرے گا۔
- اسلام ہندوستان میں ایک عوامی قوت ہے جس نے لوگوں کو اخلاقی شعور اور سیاسی شناخت دی ہے۔

اہمیت

اقبال کا خطاب ہندوستان میں مسلم کیس کی زبردست اور منطقی پیش کش ہے۔ ان کے ساتھ اقلیت کے بجائے ایک سیاسی ادارہ کیوں سمجھا جائے؟

- علاقائی ایڈجسٹمنٹ مسلمانوں کو اپنے نظریات کے مطابق ترقی کرنے اور امت کی خدمت کرنے کے قابل بنائے گی۔
- علاقے کی دوبارہ تقسیم بعد میں مسلم وطن کے تصور پر ہوئی۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے مئی 1936 سے نومبر 1937 کے دوران• جناح کو خطوط میں کیا۔ انہوں نے مسلم صوبوں کے علیحدہ وفاق کی بات کی۔ شمال مغربی ہندوستان اور بنگال کو ہندوستان اور بابر کی دیگر اقوام کی طرح خود ارادیت کا حقدار سمجھا جا سکتا ہے۔ آزاد مسلم ریاست یا ریاستوں کے بغیر شریعت کی ترقی ناممکن ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ مفاد پرستی سے بالاتر ہو کر اسلام کے لیے وقف ہو جائیں۔ مشکل وقت میں اسلام نے مسلمانوں کو بچایا ہے۔
- عقیدہ، ثقافت اور تاریخی روایات حب الوطنی سے زیادہ اہم ہیں۔19•

لیکچر 9 پاک 301

مسلم سیاست اور چوہدری رحمت علی دانشور تحریک کی لکیریں دیتے ہیں، رہنما عمل کرتے ہیں اور عوام اچھے سپاہی ثابت ہوتے ہیں اور اس طرح قومیں اپنی کامیابیاں حاصل کرتی ہیں۔ رحمت علی کا شمار ان نامور علماء میں ہوتا تھا جنہوں نے قیام پاکستان کی تحریک میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ مسلم شناخت کے بارے میں شعور رکھتے تھے اور مسلمانوں کی خاطر تقسیم ہند کی تجاویز پیش کرتے تھے۔ وہ وہ شخص تھا جس نے مسلم ریاست کے لیے پاکستان کا نام رکھا۔ جب اس نے پہلی بار مسلم ریاست کے لیے اپنی تجویز پیش کی تو کسی نے اسے سنجیدگی سے نہیں لیا۔ مسلم دانشور اور رہنما ہندوستان میں مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں فکر مند تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے محفوظ مستقبل کو یقینی بنایا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے وطن کے تحفظ کے لیے مختلف تجاویز پر کام کیا۔ رحمت علی یہاں متعلقہ ہو جاتا ہے۔

سوانحی خاکہ

چوہدری۔ رحمت علی 1893 میں ضلع بوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ روایتی طور پر انہوں نے بی اے کیا۔ اسلامیہ کالج لاہور سے۔ کچھ عرصہ نجی اور سرکاری ملازمتیں کیں اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے کیمبرج یونیورسٹی چلے گئے۔ وہ کیمبرج یونیورسٹی میں کچھ دوسرے طلباء کے ساتھ ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ان کی سرگرمی لاہور میں اپنے طالب علمی کے زمانے میں واپس آتی ہے جب انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے علیحدہ ریاست کی بات کی تھی۔

رحمت علی کے خیالات

انہوں نے کہا کہ شمال مغربی علاقے مسلم اکثریتی علاقے ہیں۔ ہم ان اکثریت کو نہ صرف برقرار رکھیں گے بلکہ انہیں ایک مسلم ریاست میں تبدیل کر دیں گے۔ مسلمانوں کو ہندوستانی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے، یہ مسلمانوں اور اسلام کے لیے بہتر ہے۔

جنوری 1933 میں، انہوں نے مسلم ریاست کا نام پاکستان تجویز کیا۔ (NOW OR NEVER)، اپنی تحریر پی

پنجاب

ایک افغانیہ NWFP

کشمیر

ایس بی۔

بلوچستان TAN

انڈیا کو ایک ریاست/ملک یا واحد قوم کا گھر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انگریزوں کی آمد سے پہلے یہ ریاست ایک سیاسی وجود کے طور پر موجود نہیں تھی۔ مسلمان ایک الگ قوم ہے جس نے اپنی شناخت کو ہر دور میں برقرار رکھا ہے۔ وہ ایک الگ قوم ہیں۔ انہیں جینے کا اتنا ہی حق ہے جتنا ہندوؤں کو۔ پاکستان کو باقی ہندوستان سے الگ کر دیا جائے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کا تنازع مذہبی، فرقہ وارانہ یا معاشی نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے۔ مسلمان اپنی بقا کے لیے کوشاں ہیں۔ ہندو برصغیر میں رہنے والی دوسری قوموں بالخصوص مسلمانوں پر تسلط قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے 1940 میں پاکستان نیشنل موومنٹ قائم کی، اس نے بنگال اور حیدرآباد کو مسلم علاقوں اور الگ ریاستوں کے طور پر بات کرنا شروع کی۔ بنگ اسلام بنگال اور آسام اور حیدرآباد دکن کے عثمانستان پر مشتمل ہوگا۔ انہوں نے 1948 میں پاکستان کا دورہ کیا لیکن مادر وطن کا ماحول انہیں موافق نہیں تھا اور وہ کیمبرج واپس آ گئے۔ وہیں 11 فروری 1951 کو انتقال کر گئے۔

اس کی شراکت

یہ رحمت علی کی لازوال خدمات ہیں کہ انہوں نے مسلم ریاست کا نام پیدا کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک قوم ہونے کے ناطے ہندوستانی مسلمان ایک الگ وطن کے مستحق ہیں۔ انہوں نے عصر حاضر کے اسلامی افکار کے مقابلے میں اسلامی افکار کو آفاقی اور سچا سمجھتے ہوئے مسلمانوں کو مستقبل کی لکیریں دیں۔ جب قرارداد لاہور منظور ہوئی تو اسے فوراً قرارداد پاکستان قرار دیا گیا۔ یہ تقسیم ہند مسلم سوال کا حل تھا لیکن رحمت علی نے قرارداد لاہور سے بہت پہلے اس کی تجویز پیش کی تھی۔

لیکچر 10

پی اے کے 301

کانگریس کی وزارتیں - مسلمانوں کے تئیں پالیسیاں

عنوانات: 1. انتخابات 2. صوبائی حکومتیں۔

3. ان کی پالیسیاں
4. مسلمانوں کا رد عمل

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 کو مکمل طور پر نافذ نہیں کیا گیا تھا لیکن ملک میں صرف صوبائی حصہ متعارف کرایا گیا تھا۔ مسلم لیگ اور کانگریس نے اس پر تنقید کی لیکن صوبائی الیکشن لڑنے پر رضامندی ظاہر کی۔

کے انتخابات 1937

کے انتخابات محدود حق رائے دہی اور الگ ووٹر کے ساتھ ہوئے تھے۔ کانگریس نے خود کو ایک آل انڈیا فورس 1937 کے طور پر پیش کیا جو سماج کے تمام مذاہب اور دھڑوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ مسلم لیگ نے مسلم نشستوں پر الیکشن لڑا۔ دوسری مسلم تنظیموں سے سخت مقابلہ تھا۔ فروری 1937 میں انتخابات مکمل ہوئے۔ کانگریس کو پانچ صوبوں مدراس، یو پی، سی پی، بہار اور اڑیسہ میں اکثریت حاصل ہوئی۔ یہ بمبئی میں سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھری اور اس نے 1585 جنرل سیٹوں میں سے 704 پر کامیابی حاصل کی۔

مسلم لیگ نے انتخابات میں خراب کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور بنگال، پنجاب، سرحد اور سندھ میں اکثریت حاصل کیے بغیر صرف 21 فیصد مسلم نشستیں حاصل کیں۔ یہ زیادہ تر تنظیمی مسائل اور مقامی مسلم گروپوں کی مخالفت کی وجہ سے تھا۔

صوبائی حکومتوں کی تشکیل

جولائی 1937 میں کانگریس نے 6 صوبوں میں حکومتیں بنائیں۔ صوبہ سرحد میں خدائی خدمتگار اور کانگریس نے مخلوط حکومت بنائی۔ مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلم لیگ حکومتیں نہیں بنا سکی۔ مسلم لیگ یو پی میں حکومت میں رہنا چاہتی تھی۔ لیکن کانگریس نے مشروط حمایت پر رضامندی ظاہر کی

1. اے آئی ایم ایل کے پارلیمانی بورڈ کو تحلیل کرنا۔
 2. اے آئی ایم ایل کے ارکان علیحدہ گروپ کے طور پر کام نہ کریں۔
 3. اے آئی ایم ایل کے ارکان کانگریس سے وفاداری کا اظہار کریں۔
- یقینی طور پر مذکورہ بالا شرائط مسلم لیگ کے وجود کو ختم کرنے کا ایک آلہ تھیں۔ اس لیے اس معاملے پر کوئی اتفاق ممکن نہیں تھا۔

(کانگریس حکومتوں کی پالیسیاں: (جولائی 1937 تا نومبر 1939)

سب سے پہلے صوبوں میں کانگریس کی تمام حکومتوں نے مسلم مخالف مہم شروع کی تاکہ ایم ایل اور دیگر مسلم تنظیموں کو حکومت سازی کے عمل سے باہر رکھا جا سکے۔ کانگریس لیڈروں کو پتہ چل گیا تھا کہ ایم ایل عوام میں جڑیں پکڑ چکی ہے۔ انہوں نے مسلم لیگ کو اپنے حق میں بدنام کرنے کے لیے 'مسلم ماس کانٹیکٹ' تحریک شروع کی۔ وہ ثقافتی اور تعلیمی پالیسیاں بنا رہے تھے جس نے ہندوستانی ثقافت کے نام پر ہندو ثقافت اور علامتوں کو فروغ دیا۔ انہوں نے اداروں اور دفاتر وغیرہ میں آندھ سے بند ماترم ترانہ متعارف کرایا۔ ان کی پالیسیوں میں ہندی زبان کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی۔ وردھا ایجوکیشنل اسکیم بنیادی تعلیمی لٹریچر کے ذریعے مسلمانوں کو ہندوؤں میں تبدیل کرنا تھی۔ گاندھی جیسے ہندو بیروز کا پروجیکشن اور مسلم تاریخ کو مسخ کرنا ان کا اخلاقی عقیدہ بن گیا۔ انہوں نے ملازمتوں کے لیے خدمات یا نئی بھرتیوں میں امتیاز کی سلوک کی پالیسی پر عمل کیا۔

کانگریس کی وزارتوں نے مجموعی طور پر منفی اور ظالمانہ رویہ اپنایا، خاص طور پر مسلم کارکنوں کے تئیں۔ اس غیر منصفانہ سلوک نے مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبے میں نظم و ضبط پر مجبور کیا۔

21

مسلمانوں کا ردعمل

مسلمان ہندو عوام کے تھیوکریٹک جھکاؤ سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے حکومت کی کڑی نگرانی کا اہتمام کیا۔ انہوں نے اپنی پالیسیوں کی تشہیر کی اور مسائل کو اٹھایا۔ ان معاملات پر مسلمانوں کو متحرک کرنے کے لیے ہندوؤں کے مظالم کے اصل حقائق کو جمع کرنے کے لیے گہری تحقیقات کی ضرورت تھی۔

پیرپور رپورٹ

مارچ 1938 کو ایم ایل کی کونسل نے پیرپور کے راجہ سید محمد مہدی کی صدارت میں آٹھ رکنی کمیٹی مقرر کی 28 جس نے 15 نومبر 1938 کو اپنی رپورٹ پیش کی۔ صوبے رپورٹ میں حریف مسلم تنظیموں کو کانگریس کی حمایت، مسلم لیگ کے حامی لوگوں کو ڈرانے دھمکانے اور دھمکیاں دی گئیں۔

شریف رپورٹ، مارچ 1939

ایم ایل نے مسٹر شریف کو ممبران کے ساتھ بندوؤں کی آمرانہ حکومت کے تحت ہونے والی ناانصافیوں کی تحقیقات کے

لیے تعینات کیا۔ اس رپورٹ میں بنیادی طور پر حقائق کو جمع کیا گیا تھا، جس میں بہار میں مسلمانوں کے ساتھ حکومت کے ناروا سلوک پر توجہ دی گئی تھی۔

(فضل الحق کی رپورٹ: دسمبر 1939)

اے کے فضل الحق نے کانگریس کی حکمرانی کے تحت مسلم مصائب کے عنوان سے ایک پمفلٹ شائع کیا اور بہت سے خطرناک انکشافات کیے جیسے۔ اذان کی ممانعت، مساجد میں حملے، ہندو بدمعاشوں کے شور شرابے، گانے کے ذبیحہ پر پابندی وغیرہ۔ اس پمفلٹ نے مسلمانوں پر کانگریس کے الزامات کا جواب دیا۔

تمام رپورٹس میں کانگریس حکومت کو 'ہندو راج' بنانے کی کوشش قرار دیا گیا ہے جو مسلم ثقافت اور ان کی شناخت کو مغلوب کرنا چاہتی ہے۔ یہ مسلمانوں کے مفادات کے لیے سخت خطرہ تھا۔

مسلم لیگ کی فعالیت:

مسلم لیگ نے مسائل کو اجاگر کیا اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو متحرک کیا۔ اس نے صورت حال سے نمٹنے کے لیے مسلم کمیونٹی کو دوبارہ منظم کیا۔ ایم ایل نے اکتوبر 1937 میں لکھنؤ میں اپنے اجلاس کا اہتمام کیا۔ اس اجلاس میں فضل الحق جیسے کئی سرکردہ رہنماؤں نے شرکت کی جبکہ سکندر حیات اور سعد اللہ نے ایم ایل کی حمایت کا اعلان کیا۔

مسلم قائدین نے کانگریس کی پالیسیوں پر کڑی تنقید کی۔ انہوں نے اردو کی حیثیت میں کمی اور دیگر مسلم مسائل کے خلاف احتجاج کیا۔ انہوں نے مسلمانوں میں احساس پیدا کیا کہ کانگریس کے دور حکومت میں کیا ہو سکتا ہے اور مستقبل کے سیاسی اور آئینی انتظامات کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے پر زور دیا۔ انہوں نے کانگریس کے اصل مقاصد کا پتہ لگایا اور مسلم لیگ کے جھنڈے تلے مسلمانوں میں اتحاد کی ضرورت پر زور دیا۔

دوسری جنگ عظیم (ستمبر 1939) مسلمانوں کے لیے اس لحاظ سے برکت ثابت ہوئی کہ نومبر 1939 میں کانگریس کی وزارتوں نے استعفیٰ دے دیا۔ مسلمانوں نے 22 دسمبر 1939 کو یوم نجات منایا۔

ایم ایل نے دوسری جنگ عظیم کے دوران اپنی پوزیشن کی نئی وضاحت کی۔ انہوں نے اپنے جوش و خروش کا اظہار کیا کہ مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر کوئی آئین نافذ نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے اپنی تنظیمی کمزوریوں کو ختم کیا اور کانگریس کی وزارتوں کے تجربات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے مقاصد کو بہتر کیا۔

22

لیکچر 11

پاک 301 قرارداد لاہور، 1940

کانگریسی دور کے تجربے نے مسلمانوں کو علیحدہ وطن کی تحریک شروع کرنے پر مجبور کیا۔ ہندوؤں نے انہیں احساس دلایا کہ ہندو حکومت کا مطلب ہندوستان میں مسلم مخالف حکومت ہوگی۔ کانگریس قیادت سے مسلمانوں کی مایوسی نے تاریخ کا ایک نیا دور کھولنے کا فیصلہ کیا۔ قائداعظم کا مضمون ناثام اینڈ ٹائیڈیہ نتیجہ اخذ کیا کہ مسلمان ایک قوم ہیں۔ مسلمانوں کو نظر انداز کر کے کوئی آئین نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ 13 مارچ 1940 کو ان کے تبصرے قابل ذکر ہیں: ”اگر متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے کوئی تسلی بخش تصفیہ نہ ہو سکا تو مسلمانوں کو ملک کی تقسیم کا مطالبہ کرنا پڑے گا۔“

قرارداد لاہور:

مسلم لیگ نے 22-24 مارچ 1940 کو لاہور میں اپنا سالانہ اجلاس منعقد کیا۔ قرارداد لاہور کو مولوی فضل الحق نے پیش کیا اور چوہدری نے اس کی تائید کی۔ خلیق الزمان نے بالآخر 24 مارچ 1940 کو منظوری دے دی۔ جناح نے ہندوستان کے سیاسی حالات اور مسلمانوں کے موقف کے بارے میں اپنے قیمتی تبصروں کا بجا طور پر اظہار کیا۔ فرمایا ہندوستانی مسئلہ فرقہ وارانہ نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر کوئی آئین نہیں چل سکتا۔ ہندوستان کے مسلمان ایسے آئین کو قبول نہیں کریں گے جو ان پر ہندو اکثریت کی حکومت قائم کرے۔ اگر ہندو اور مسلمانوں کو ایک جمہوری نظام کے تحت رکھا جائے تو اس کا مطلب ہندو راج ہوگا۔

قرارداد کا متن:

- انہوں نے فیصلہ کیا کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے تحت وفاقی نظام مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔
- کوئی بھی ترمیم شدہ آئینی منصوبہ قابل قبول نہیں ہوگا جب تک کہ یہ ان کی منظوری اور رضامندی سے تیار نہ کیا جائے۔
- ملحقہ اکائیاں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں، جیسا کہ شمال مغرب اور مشرق میں، تشکیل دیا جانا چاہیے۔ آزاد ریاستیں جہاں اجزاء کی اکائیاں خود مختار اور خودمختار ہوں گی۔
- اقلیتوں کے تحفظ کو ترجیح دی جائے گی۔

اہمیت:

اس قرارداد میں علاقے کی کسی حد بندی کی وضاحت نہیں کی گئی لیکن اس نے شمال مغربی اور مشرقی علاقوں میں مسلم ریاستوں کے قیام کے لیے جدوجہد کے مستقبل کے لانچ عمل کی وضاحت کی ہے (بعد میں 1946 میں 'ریاست' کا لفظ 'ریاست' سے بدل دیا گیا) جہاں مسلمان آباد تھے۔ بھاری اکثریت میں تھے۔ اس کا مقصد ریاستوں کی خود مختاری کو بھی اہمیت دینا تھا۔ لفظ پاکستان کا کوئی استعمال نہیں تھا لیکن پاکستان قرارداد کا دانا تھا۔

بعد کی ترقیات:

دوسری جنگ عظیم 1939 میں شروع ہوئی جس کے لیے میدان جنگ میں بھاری تعداد میں مردوں کی طاقت کی ضرورت تھی۔ برطانوی جو ہمیشہ سودے بازی پر یقین رکھتے ہیں اگست 1940 میں ایک پیشکش کا اعلان کیا

1. وائسرائے کی توسیع ایگ، یکنو کونسل اور کی ترتیب قومی دفاعی کونسل۔
2. آئین کی نظر ثانی میں اقلیتوں کے خیالات کو خصوصی اہمیت دی جائے۔ 23

3. ایسے نظام کے تحت اقتدار منتقل نہیں کیا جا سکتا جو ہندوستان میں بڑی اور طاقتور اقلیتوں کے لیے قابل قبول نہیں ہوگا۔
4. ڈومنین سٹیٹس: حتمی مقصد
5. جنگ کے لیے ہندوستانیوں کا تعاون

کانگریس نے اسے مسترد کر دیا اور 1940-41 میں عدم تعاون کی تحریک شروع کی۔ قرارداد لاہور مسلم لیگیوں کے لیے حتمی ہدف رہی۔

کریس مشن، مارچ 1942

- جنگی کوششوں کے لیے ہندوستانی تعاون کے حصول کے لیے آئینی تجاویز: 1. ڈومنین اسٹیٹس
2. آئین بنانے کے لیے ہندوستانی آئینی ادارہ
 3. پرنسلی ریاستوں کی نمائندگی کی جائے گی۔

کریس مشن نے ہندوستانی رہنماؤں سے بات چیت کی اور تجاویز جاری کیں۔ کانگریس نے ان تجاویز کو مسترد کر دیا اور مطالبہ کیا کہ جنگ کے فوراً بعد ایک ذمہ دار حکومت قائم کی جائے گی۔ دفاعی امور بھارت کے کنٹرول میں ہونے چاہئیں۔ مسلم لیگ نے بھی ان تجاویز کو مسترد کر دیا اور اپنے موقف کو دہرایا کہ مسلمان انڈین یونین میں نہیں رہ سکتے۔ ہندوؤں نے شروع کیا۔ ہندوستان چھوڑو تحریک اگست 1942 میں انگریزوں کو مشکل میں دیکھ کر۔ مسلم لیگ دور رہی اور جواب میں کہا کہ تقسیم کرو اور ہندوستان چھوڑ دو۔

گاندھی-جناح مذاکرے ستمبر 1944

ایم کے گاندھی نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو دو قوموں کے طور پر قبول نہیں کیا اور متحدہ ہندوستان کی آزادی پر زور دیا۔ جناح نے انہیں بتایا کہ مسلمان اپنے نظریاتی اور آئینی مطالبے سے کبھی ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔

لیکچر 12

پاک 301

میں اہم سیاسی پیش رفت 1945-46

کی سیاسی صورتحال 1945

جنگ عظیم کے دوران انگریزوں نے ہندوستانی فوجی تعاون کی کوشش کی اور جنگ کے بعد سیاسی اور آئینی تبدیلیوں کی پیشکش کی۔ وہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کو وسعت دینا چاہتے تھے۔ لارڈ ویول نے اہتمام کیا۔ بشملة کانفرنس جون جولائی 1945 کے دوران جس میں تمام سیاسی جماعتوں نے اپنے نمائندے بھیج کر شرکت کی۔ جناح اور ابوالکلام آزاد نے بالترتیب مسلم لیگ (ایم ایل) اور کانگریس کی نمائندگی کی۔ مولانا آزاد نے کانگریس کو ہندوستان میں رہنے والے تمام لوگوں کی واحد نمائندہ جماعت قرار دیا۔ جناح ایم ایل کو ہندوستانی مسلمانوں کی واحد سیاسی جماعت سمجھتے تھے اور اس پر ایم ایل کو مسلم ممبران کو کونسل میں مقرر کرنے کا حق حاصل تھا۔ یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکا اور ایم ایل اور کانگریس کے درمیان اختلافات بڑھ گئے۔

انتخابات، 1945-46

لارڈ ویول نے اگست 1945 میں انتخابات کا اعلان کیا۔ اس نے انگلینڈ کا دورہ کیا اور مشاورت کے بعد اس نے نئے سیاسی اقدامات پیش کیے:

1. بھارتی رہنماؤں کے تعاون سے خود حکومت۔
2. موسم سرما میں نئے انتخابات۔
3. صوبوں میں صوبائی حکومتیں۔
4. آئینی اسمبلی بلانی جائے۔ آئین سازی کی بنیاد طے ہونی تھی۔
5. ایگزیکٹو کونسل قائم کی جائے گی۔ اس میں بڑی جماعتوں کی نمائندگی ہوگی۔

انتخابات:

ایم ایل کا موقف بالکل واضح تھا یعنی ایم ایل مسلمانوں کی واحد نمائندہ ہے اور پاکستان اس کا آخری ہدف ہے۔ ایم ایل نے ان منزلوں کے لیے بڑے پیمانے پر مہم شروع کی۔ اسلامی نعرے بڑے پیمانے پر مقبول ہوئے۔ اس طرح قیام پاکستان کی جدوجہد کو اسلام کی بنیاد پر تحریک ملی۔ سیاسی مہم کے دوران طلبہ کا کردار بھی نمایاں رہا۔ دوسری طرف کانگریس نے انگریزوں سے آزادی کا نعرہ غیر منقسم ہندوستان کی شکل میں ہندو قوم کے سامنے رکھا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ان کا موقف تمام ہندوستانی برادریوں کے لیے ہے۔

دسمبر 1945 میں مرکزی مقننہ کے انتخابات ہوئے اور ایم ایل نے تمام 30 مسلم نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ کانگریس نے 57 سیٹیں جیتیں۔

صوبائی انتخابات: فروری 1946

صوبائی انتخابات میں، ایم ایل نے زیادہ تر مسلم نشستوں پر کامیابی حاصل کی

پنجاب: 86 مسلم نشستوں میں سے 79

بنگال کی 119 مسلم نشستوں میں سے 113

سندھ کی 35 مسلم نشستوں میں سے 28

صوبہ سرحد کی 38 مسلم نشستوں میں سے 17

25

مسلم اقلیتی صوبوں میں بھی ایم ایل نے شاندار کارکردگی دکھائی۔ ایم ایل نے سندھ میں اپنی وزارت بنائی، صوبہ سرحد میں خدائی خدمتگار (ڈاکٹر خان)، بنگال میں ایم ایل کی مخلوط حکومت، اور پنجاب میں یونینسٹ (20)، اکالیوں اور کانگریس (خضر حیات ٹوانہ)۔

کیپنٹ مشن: مارچ 1946

برطانوی لیبر حکومت نے کچھ قابل قبول آئینی تصفیے کی تشکیل کے لیے ایک مشن بھیجا تھا۔ سر پیٹک لارنس، اسٹافورڈ کریس اور اے وی الیگزینڈر نے گورنروں، ایگزیکٹو کونسل کے اراکین اور پھر ہندوستانی سیاسی رہنماؤں سے مختلف تجاویز پر تبادلہ خیال کیا۔ مولانا آزاد نے کانگریس کے صدر کی حیثیت سے وفاقی حکومت کے قیام پر زور دیا اور جناح نے دو قومی نظریہ کو ایک عالمگیر حقیقت کے طور پر دہرایا۔ 19 اپریل 1946 کو تمام نو منتخب مسلم ممبران نے دہلی کنونشن میں عہد کیا کہ متحدہ ہندوستان کے ہندو خواب کو چکنا چور کر دیں گے۔ دوسری شملہ کانفرنس (15 مئی 1946) میں ایم ایل نے دو قانون ساز اسمبلیوں کی خواہش ظاہر کی جبکہ ایم ایل مخالف سیاسی جماعتوں نے مضبوط مرکز کی حمایت کی۔

کیپنٹ مشن کی سفارشات: مئی 1946

1. انڈین یونین جس میں برٹش انڈیا اور پرنسلی ریاستیں شامل ہیں۔
2. مرکز خارجہ امور، دفاع، مواصلات، ٹیکس سے نمٹنے کے لیے۔
3. باقی مضامین صوبوں کے ساتھ
4. ایک مقننہ اور ایگزیکٹو ہو گا جس میں صوبوں اور ریاستوں کے نمائندے شامل ہوں گے۔
5. فرقہ وارانہ امور پر کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی اگر دونوں برادریوں کی اکثریت موجود نہ ہو اور حق میں ووٹ دے رہی ہو۔
6. صوبوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جائے گا:

ج: ہندو اکثریتی صوبے مثلاً یوپی، سی پی، مدراس، بمبئی، بہار، اڑیسہ۔ ب: شمال مغربی میں مسلم اکثریتی

صوبے جیسے پنجاب، سرحد، بلوچستان اور سندھ ج: بنگال اور آسام۔

ہر گروپ یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کن چیزوں کو مشترکہ طور پر منظم کیا جائے اور کس چیز کا انتظام خود صوبوں کو

کرنا چاہیے۔ وہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا گروپ آئین بنانا چاہتا ہے۔ 7. دس سال کے بعد، کوئی صوبہ اپنی مقننہ کے

ووٹ سے تعلقات پر نظر ثانی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

8. انتخاب CA. یونین کے ساتھ۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی گروپ یا صوبہ ہندوستانی یونین کو چھوڑ سکتا ہے۔ 8 صوبائی اسمبلیوں کے منتخب اراکین کے ذریعے کیا جائے گا۔ صوبوں میں آبادی کی بنیاد پر نشستوں کو تین زمروں میں تقسیم کیا جائے گا: جنرل، مسلم اور سکھ۔ الگ انتخابی حلقہ۔

9. عبوری حکومت قائم کی جائے۔

مسلم لیگ کا رد عمل:

مسلم لیگ نے پاکستان کا مطالبہ دہرایا۔ اس نے پلان کو دو وجوہات کی بنا پر قبول کیا: پاکستان کی بنیاد اور بنیاد لازمی گروپ بندی میں تھی اور نظر ثانی کا مطالبہ کرنے کا حق۔

26

کانگریس کا رد عمل:

کے لیے الیکشن لڑنے پر CA کانگریس نے گروہ بندیوں اور آئینی تعلق پر نظر ثانی کے حق کی تنقید کی۔ اس نے رضامندی ظاہر کی لیکن کابینہ پلان کی تجاویز کے پابند ہونے سے انکار کر دیا۔ کانگریس کا بیہودہ موقف یہ تھا کہ وہ 'تجویز میں کوئی تبدیلی کرنے کے لیے آزاد ہیں' یقیناً ایم ایل کانگریس کے ارادوں سے گھبرا گئی تھی۔

عبوری حکومت:

عبوری حکومت میں نمائندگی اس سوال پر متنازع ہو گئی کہ مسلمانوں کا نمائندہ کون نامزد کرے گا۔ حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لیے کانگریس نے عبوری حکومت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا اور انگریزوں نے اسے ملٹوی کر دیا۔ ایم ایل برطانوی روپے سے مایوس ہوا اور اس نے کابینہ مشن پلان کی منظوری پر نظر ثانی کا فیصلہ کیا۔

براہ راست کارروائی کا دن: 16 اگست 1946

ایم ایل کی بروقت زبردستی سیاسی حکمت عملی نے کانگریس کو انگریزوں کے ساتھ میز پر لا کھڑا کیا۔ عبوری حکومت نہرو کے تحت 2 ستمبر 1946 کو قائم ہوئی اور ایم ایل دور رہی۔ وہ 25 اکتوبر 1946 کو اس میں شامل ہوئے لیاقت علی خان

سردار عبدالرب نشتر

راجہ غضنفر علی

آئی آئی چندریگر

جے این منڈل

مسلم ہندو اختلافات کی وجہ سے عبوری حکومت کے ہموار کام کے کئی مسائل تھے۔

آئین ساز اسمبلی:

آئین ساز اسمبلی کا انتخاب صوبائی اسمبلیوں نے جولائی 1946 میں کیا تھا۔ ایم ایل نے 5 کے علاوہ تمام مسلم نشستوں پر (CA کامیابی حاصل کی جبکہ کانگریس نے 9 کے علاوہ تمام جنرل نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ پہلا اجلاس 9 دسمبر 1946 کو ہوا اور ایم ایل نے اس کا بانی کاٹ کیا کیونکہ کانگریس متحدہ ہندوستان کے لیے آئین بنانا چاہتے تھے۔ ایم ایل نے دو حلقہ اسمبلیوں کا مطالبہ کیا اور پاکستان کے مطالبے پر اپنی مضبوطی کا مظاہرہ کیا۔ 1946 کے اواخر تک یہ واضح ہو گیا تھا کہ متحدہ ہندوستان کے لیے آئین کو زبردستی نہیں بنایا جا سکتا۔ کینیٹ مشن پلان نے مسلمانوں کو دس سال کے بعد علیحدہ ہونے کے آپشن کے ساتھ ایک ڈھیلے وفاق کا امکان پیش کیا۔

لیکچر 13

پاک 301

آزادی کی طرف، 1947

:سول نافرمانی کی تحریکیں

ایم ایل نے پہلی بار احتجاجی ذرائع سے سیاسی صورتحال کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ کانگریس ان خطوط پر کام کر رہی تھی لیکن مسلم رہنما سیاست کو شریف آدمی کا کھیل سمجھتے تھے۔ اب جب برطانوی حکومت نے مسلمانوں کو آئینی اور اخلاقی پوزیشن سے بے دخل کرنے کے لیے ہاتھ ملایا تو انہوں نے 'براہ راست ایکشن' شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایم ایل نے کیپنٹ مشن پلان کو مسترد کرتے ہوئے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی۔ ڈائریکٹ ایکشن ڈے (16 اگست 1946) مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی کی برطانوی پالیسی کے خلاف احتجاج تھا۔ ہندو حملوں نے مظاہروں کا رخ بدل دیا اور بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔ کلکتہ کے قتل عام نے لارڈ ویول کو ایم ایل کانگریس کو کچھ تصفیہ کرنے پر آمادہ کیا۔ ویول نے نہرو اور گاندھی کو ایم ایل کو مربوط کرنے کے لیے تیار کرنے کی کوشش کی۔ ایسا کرنا ضروری تھا کیونکہ مسلم لیگ (95% نشستیں) نے قانون ساز اسمبلی میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ کانگریس نے حکومت کی طرف سے تمام ممکنہ پیشکشوں کو ٹھکرا دیا۔ چرچل نے کلکتہ فسادات پر لیبر حکومت کو جھنجھوڑ دیا اور وائسرائے نے جناح سے عبوری حکومت میں شامل ہونے کی درخواست کی جسے جناح نے قبول کر لیا۔ 25 اکتوبر 1946 کو ایگزیکٹو کونسل کے ارکان کو حتمی شکل دی گئی۔

:پنجاب

ایم ایل نے پنجاب میں 86 میں سے 79 سیٹیں حاصل کی تھیں لیکن خضر حیات ٹوانہ نے ہندو اور سکھ ممبران (یونینسٹ) کی مدد سے اپنی حکومت بنائی۔ ایم ایل نے اس سازش کا مقابلہ کیا اور عوام کی مرضی کی بحالی کے لیے احتجاج کیا (فروری 1947)۔ پنجاب حکومت نے حالات سے بے دردی سے نمٹا۔ یہاں مسلم خواتین نے مسلم لیگ کی جدوجہد میں بہت شاندار کردار ادا کیا۔ خضر حکومت مستعفی ہو گئی اور 2 مارچ 1947 کو گورنر راج نافذ کر دیا گیا۔

:آسام

:مولانا بہاشانی نے مسلم کسانوں کی بے دخلی کے خلاف تحریک چلائی۔ 20 فروری 1947 کا اعلان

پرائم منسٹر ایٹلی نے جون 1948 تک تمام اختیارات دینے کا اعلان کیا۔ نمائندے اگر کوئی آئین نہیں بنایا گیا تو برطانوی حکومت سوچے گی کہ کیا اختیارات صوبائی حکومتوں کو دیے جائیں۔ کچھ علاقوں میں یا کوئی دوسرا متبادل جو ہندوستانیوں کے مفاد میں ہو۔ ماؤنٹ بیٹن کو ہندوستان کا نیا وائسرائے مقرر کیا گیا۔

:ماؤنٹ بیٹن بطور وائسرائے

ماؤنٹ بیٹن 22 مارچ 1947 کو دہلی پہنچے۔ ان کی تقرری کا بنیادی مقصد برطانوی راج کو سمیٹنا تھا۔ انہوں نے بھارتی رہنماؤں سے بات چیت کا اہتمام کیا۔ پھر اس نے نئے منصوبے پر غور و خوض کے لیے انگلینڈ کا دورہ کیا۔

:جون کا منصوبہ 3

انگریز آئین نافذ نہیں کریں گے لیکن آئین ساز اسمبلی آئین بنائے گی۔•

جو حلقے اسے تسلیم نہیں کرتے ان پر آئین مسلط نہیں کیا جائے گا۔ اگر وہ الگ سی اے (آئین ساز اسمبلی) قائم کرنا چاہتے ہیں تو ان سے رائے لی جائے گی۔ پنجاب اور بنگال اسمبلیاں دو حصوں میں ملیں گی، مسلم اکثریتی علاقوں اور دیگر اضلاع سے تعلق رکھنے والے اراکین الگ الگ اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ آیا صوبے کو تقسیم کیا جائے گا۔ میں شامل ہونا چاہتے CA اگر کوئی حصہ تقسیم کا فیصلہ کرتا ہے، تو ہر گروپ فیصلہ کرے گا کہ وہ کس میں ہیں۔ سندھ اسمبلی دونوں طرف سے شمولیت کا فیصلہ کرے گی۔

- صوبہ سرحد میں ریفرنڈم
- بلوچستان: مناسب طریقہ
- ہاؤنڈری کمیشن برائے پنجاب اور بنگال
- ریاستیں اپنی جغرافیائی مناسبت کو مدنظر رکھتے ہوئے خود فیصلہ کریں۔ **ہندوستانی آزادی ایکٹ جولائی**

1947:

جون کے منصوبے کو قانونی شکل دینے کے لیے، ہندوستانی آزادی ایکٹ (جولائی 1947) کو نافذ کیا گیا۔ 3 اگست 1947 کو دو آزاد تسلط والی ریاستیں۔ 15 ان کی مقننہ کو متعلقہ ریاستوں کے لیے قانون بنانے کے تمام اختیارات حاصل ہوں گے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935، ہندوستانی آزادی ایکٹ 1947 کی وجہ سے تبدیلیوں سے مشروط عبوری آئین ہوگا۔ گورنر جنرل 31 مارچ 1948 تک عبوری آئین میں ترمیم کر سکتے ہیں۔ انگریزوں اور شاہی ریاستوں کے درمیان تمام انتظامات ختم ہو جائیں گے اور نئی ریاستوں کے ساتھ نئے انتظامات ہوں گے۔ برطانوی بادشاہ اب ہندوستان کے بادشاہ کا خطاب استعمال نہیں کرے گا۔

تقسیم کا عمل:

پنجاب
مسلم اراکین نے نئے سی اے میں شمولیت کی حمایت کی۔ غیر مسلموں نے تقسیم اور ہندوستان میں شامل ہونے کے حق میں ووٹ دیا۔
بنگلہ
مسلمانوں نے نئے سی اے میں شامل ہونے کے حامی تھے جبکہ غیر مسلموں نے تقسیم اور ہندوستان میں شامل ہونے کے حق میں تھے۔ سندھ
اسمبلی نے پاکستان میں شمولیت کے حق میں ووٹ دیا۔
صوبہ سرحد
ریفرنڈم کا فیصلہ پاکستان کے حق میں ہوا جبکہ ڈاکٹر خان کی حکومت۔ اس کا بانی کاٹ کیا جب یہ واضح ہو گیا کہ یہ ہار جائے گا۔
بلوچستان
شاہی جرگہ اور کوئٹہ میونسپل کمیٹی کے غیر سرکاری اراکین نے پاکستان کا انتخاب کیا۔ سلہٹ
مشرقی بنگال کو پاکستان میں شامل کرنے کے لیے ریفرنڈم کرایا گیا۔

گورنر جنرل کا مسئلہ:

ماؤنٹ بیٹن ہندوستان اور پاکستان کے مشترکہ جی جی (گورنر جنرل) بننا چاہتے تھے جبکہ ایم ایل نے جولائی میں جناح کو پاکستان کا پہلا گورنر جنرل مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔

اقتدار کی منتقلی:

دستور ساز اسمبلی کا اجلاس 11 اگست 1947 کو ہوا اور تقریبات 14 اگست کو ہوئیں۔ ریڈیو سے اعلان 14-15 اگست کی 1st درمیانی رات کو ہوا۔ جی جی (گورنر جنرل) اور وزیر اعظم (وزیراعظم) کی تقریب حلف برداری 15 اگست کو منعقد ہوئی۔
1947.

اگست کو حدود کا تعین کیا گیا۔ 17

ہاؤنڈریز کمیشن ایوارڈ نے بعض علاقوں جیسے گرداس پور، تحصیل زیرہ وغیرہ کے بارے میں بہت سے متنازع فیصلوں کا

اعلان کیا، لیکن ایم ایل نے اسے احتجاج کے ساتھ قبول کیا۔

لیکچر 14

پاک 301

برطانوی ہندوستان میں آئینی ترقی

ہندوستان میں برطانوی حکومت کی طرف سے درج ذیل ایکٹ متعارف کروائے گئے۔

انڈین کونسلز ایکٹ، 1861

انڈین کونسلز ایکٹ، 1892

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1909

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1919

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935

ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکمرانی کا خاتمہ

اگست 1858 کو برطانوی پارلیمنٹ نے ہندوستان پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے تمام حقوق کے مکمل قبضے کے لیے ایک 2 قانون منظور کیا۔ سکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا کا عہدہ کابینہ کے ذریعے تشکیل دیا گیا تھا۔ ہندوستان کے سکریٹری آف اسٹیٹ کو ہندوستان کی حکومت اور محصولات کے بارے میں بااختیار بنایا گیا تھا۔ یکم نومبر 1858 کو ملکہ وکٹوریہ نے برطانوی ولی عہد کے ذریعہ ہندوستان پر کنٹرول سنبھالنے کا اعلان جاری کیا۔ ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ کیننگ کو "وائسرائے" کا خطاب دیا گیا۔ وہ دفتر میں جاری رہے لیکن کمپنی کے نمائندے کے طور پر نہیں بلکہ برطانوی ولی عہد کے براہ راست نمائندے کے طور پر۔ مزید برآں کمپنی کی فوجیں برطانوی کنٹرول میں آ گئیں۔

انڈین کونسل ایکٹ، 1861

یہ ایکٹ ہندوستان میں برطانوی حکومت کی طرف سے پہلی قانون سازی تھی۔ اس سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی نے

قوانین نافذ کیے تھے۔

اس ایکٹ کے مطابق

گورنر جنرل ایگزیکٹو کونسل کے کسی بھی ممبر کو خصوصی کام تفویض کر سکتا ہے۔ گورنر جنرل سے اہم امور پر تبادلہ

خیال ہونا تھا۔ کچھ اہم مضامین براہ راست وائسرائے کے ماتحت رکھے گئے تھے۔ جی، محکمہ خارجہ۔

کونسل کی رکنیت بڑھائی گئی: 6 سے 12۔ ان میں سے نصف غیر سرکاری، دو سال کے لیے نامزد کیے گئے تھے۔

کونسل کے پاس قانون سازی کے محدود اختیارات تھے۔

مدراس اور بمبئی کونسلوں میں گورنر جنرل (جی جی) اور گورنر کی منظوری درکار تھی۔ اس ایکٹ نے نامزدگی کے

ذریعہ ہندوستانی نمائندگی فراہم کی۔

انڈین کونسل ایکٹ 1892

اس عمل سے

قانون ساز کونسل کا حجم بڑھ گیا۔

مرکزی قانون ساز کونسل میں رکنیت میں اضافہ کیا گیا: 10 سے 16 اراکین۔ صوبائی سطح پر نمائندگی بڑھائی گئی۔ مدراس اور

بمبئی میں 8 سے 12، بنگال میں 12 سے 20۔ مقننہ کو محدود اختیارات دیے گئے۔ سوالات پوچھے جا سکتے تھے۔

خصوصی مفادات کے ذریعے برائے نام انتخابات کی اجازت دی گئی۔ جی جی اور برطانوی حکومت نے یہ تقریریں کیں۔

(گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1909) منٹو مورلے ریفارمز

یہ ایکٹ ہندوستانیوں کو حکومت میں زیادہ نمائندگی دینے کی طرف ایک اور قدم تھا۔ یہ ایکٹ فراہم کی گئی ہے۔ قانون

ساز کونسلوں کی توسیع

مرکزی: 60 تک اضافی اراکین

لیکن سرکاری اکثریت وہی رہی۔

صوبائی: مختلف صوبوں میں سائز مختلف ہے۔

بمبئی، مدراس، بنگال، یوپی: 50

غیر سرکاری اکثریت

تمام ممبران منتخب نہیں ہوئے۔

کونسلوں کے اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔ ابھی

بجٹ پر بحث ہو سکتی ہے۔ اراکین کو قراردادیں پیش کرنے اور سوالات کرنے کی اجازت دی گئی۔ بمبئی، مدراس اور بنگال اور لیفٹیننٹ گورنر صوبوں کے لیے ایگزیکٹو کونسلیں تشکیل دی گئیں۔ یونیورسٹی سینیٹ، ڈسٹرکٹ بورڈز، میونسپل کمیٹیوں، زمینداروں اور چیمبرز آف کامرس کے انتخابات ہوئے تھے۔ اقلیتوں کے لیے علیحدہ الیکٹورٹ منظور کر لیا گیا۔

1919(Montagu-Chemsford Reforms) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1919

کے درمیان ہونے والی کچھ اہم پیش رفتوں کے پس منظر میں جیسے پہلی جنگ عظیم 1914-1918، تحریک 1909-1919 خلافت کے دوران سیاسی سرگرمیاں، مسلم لیگ کے مقاصد میں تبدیلی، لکھنؤ معاہدہ 1916 وغیرہ، برطانوی حکومت نے ہندوستانیوں کو بتدریج شامل کرنے کا اعلان کیا۔ حکومت کی تمام شاخوں میں کیا جانے لگا۔ ذمہ دار حکومت کا بتدریج تعارف کرایا جانے لگا۔ فوج کے کمیشنڈ رینک ہندوستانیوں کو دینے لگے۔ مسٹر مونٹاگو، سکرٹری آف اسٹیٹ نے نومبر 1917 سے اپریل 1918 تک ہندوستان کا دورہ کیا اور وائسرائے لارڈ جیمس فورڈ اور ہندوستانی سیاسی رہنماؤں سے انہیں معاملات پر تبادلہ خیال کیا۔ اس کا نتیجہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1919 تھا۔

1919 نمایاں خصوصیات، گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ

اس ایکٹ نے مرکز میں دو ایوانوں والی مقننہ فراہم کی، جو دو ایوانوں پر مشتمل تھی۔ ایک کونسل آف اسٹیٹ تھی جس کی رکنیت 60 تھی، جن میں سے 34 کو منتخب کیا جانا تھا اور 26 نامزد سرکاری اور غیر سرکاری اراکین تھے۔ کونسل کی میعاد 5 سال مقرر کی گئی۔ قانون ساز اسمبلی 145 ارکان پر مشتمل تھی جن میں سے 105 منتخب ہوئے اور باقی نامزد کیے جائیں گے۔ جائیداد، ٹیکس کی ادائیگی، قانون ساز کونسلوں کے سابقہ تجربے، یونیورسٹی سینیٹ، ضلعی کونسل وغیرہ کی بنیاد پر محدود حق رائے دہی کے ساتھ براہ راست انتخابات متعارف کرائے گئے۔ اقلیتوں کے لیے الگ الیکٹورٹ۔ قانون سازی کے محدود اختیارات مقننہ کو تفویض کیے گئے تھے لیکن بعض زمروں کے لیے پیشگی اجازت درکار تھی۔ اس کا دفاع، خارجہ پالیسی، بجٹ وغیرہ پر کوئی کنٹرول نہیں تھا۔ مقننہ گرانٹس سے انکار کر سکتی تھی لیکن جی جی انہیں بحال کر سکتی تھی۔ سوالات، قراردادیں، تحریک التواء کی اجازت دی گئی۔ جی جی۔ نامزد ایگزیکٹو کونسل کے ساتھ تمام ایگزیکٹو، قانون سازی کے اختیارات کے ساتھ ایک طاقتور دفتر رہا۔ ایکٹ میں مضامین کی دو فہرستیں دی گئیں، ایک مرکزی اور دوسری صوبائی۔ مرکز کے پاس اختیارات تھے۔

صوبائی قانون ساز کونسلز

ممبر شپ میں اضافہ ہوا۔ 70 فیصد منتخب ہوئے۔ ان کے پاس محدود اختیارات تھے۔ وہ بجٹ کو مسترد کر سکتے تھے لیکن جی جی اسے بحال کر سکتے تھے۔

صوبوں میں ڈائی آرکی سسٹم

کا نظام متعارف کرایا۔ نئے انتظامات کے مطابق مضامین کو دو زمروں میں تقسیم کیا DIARCHY اس ایکٹ نے صوبوں میں کیا ہے یعنی محفوظ مضامین اور منتقل شدہ مضامین۔ مخصوص مضامین میں عدلیہ، نہر، لینڈ ریونیو، فنانس، پریس، پاور وغیرہ شامل ہیں۔ منتقل کیے گئے مضامین میں مقامی حکومت شامل ہے۔ تعلیم، صحت عامہ، تنازعہ کی صورت میں، اگر کوئی چیز محفوظ یا منتقلی کی طرف سے تعلق رکھتی ہے، تو گورنر حتمی فیصلہ کرنے کا حقدار تھا۔ کا نظام پیچیدہ تھا۔ Diarchy صوبائی سطح پر محدود ذمہ دار حکومت متعارف کرائی گئی۔ منتخب اور نامزد ارکان کے درمیان مسلسل لڑائی نے انتظامیہ کے ٹوٹنے کا خدشہ پیدا کر دیا۔ جی جی کا کلیدی محکموں پر کنٹرول تھا۔ مقننہ میں انتخابی عناصر مضبوط ہو گئے۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935

یہ سب سے اہم اور سب سے زیادہ جامع قانون سازی تھی جسے برطانوی حکومت نے ہندوستان میں متعارف کرایا تھا۔ سامن کے ساتھ بتدریج اسے وضع کیا گیا۔ یہ ایک طویل دستاویز تھی J.S.C. کمیشن، گول میز کانفرنسوں، وائٹ پیپر (1933) اور جو پارلیمنٹ نے جولائی 1935 میں منظور کی تھی اور اگست 1935 میں اسے شاہی منظوری ملی تھی۔

نمایاں خصوصیات

اس نے ایک وفاقی نظام فراہم کیا جس میں ایک مرکز، 11 گورنر صوبے، 6 چیف کمشنر صوبے اور ریاستیں اس میں

شامل ہونے کو تیار ہیں۔

مضامین کی تین فہرستیں ایک طاقتور مرکز کے ساتھ دی گئی تھیں۔ وفاقی فہرست میں دفاع، پوسٹل سروسز، خارجہ امور، سکے اور مواصلات شامل تھے۔ صوبائی فہرست میں تعلیم، پولیس، مقامی خود حکومت، انصاف، زراعت، عوامی خدمت، ماہی گیری اور جنگلات شامل تھے۔ کنکرنٹ لسٹ میں فوجداری قانون، سول میرج، طلاق، رجسٹریشن، دیوالیہ پن، فیکٹریاں اور جانشینی شامل ہیں۔

مرکزی مقننہ کے دو ایوان

میں۔ ریاستی کونسل 260 ارکان پر مشتمل تھی، جن میں سے 156 برطانوی صوبوں اور 104 بھارتی ریاستوں سے تھے۔ وفاقی اسمبلی کا ایوان زیریں 375 ارکان پر مشتمل ii الیکشن کا طریقہ بالواسطہ تھا۔ فرقہ وارانہ نمائندگی بھی حاصل کی گئی۔ تھا۔ جن میں سے 250 نے برطانوی صوبوں اور 125 نے ہندوستانی ریاستوں کی نمائندگی کی۔ ان کا انتخاب صوبائی مقننہوں نے علیحدہ الیکٹورٹ کے اصول پر کیا تھا۔ ریاستوں کو اپنے اراکین کو نامزد کرنا تھا۔

مقننہ کو محدود اختیارات دیے گئے:

بجٹ کا 80 فیصد ان کے ووٹوں سے اوپر تھا۔

وہ دو فہرستوں کے لیے قانون سازی کر سکتے تھے لیکن جی جی برطانوی حکومت کے زیر غور بل کو ٹھکرا سکتے تھے یا مسترد کر سکتے تھے۔

اس آئین نے ایک طاقتور جی جی فراہم کیا ہے: ایگزیکٹو چیف کو == مشورے پر عمل کرنے کے

اختیارات ہیں۔

== آزاد فیصلہ

== صوابدید

== ہنگامی طاقتیں۔

== آرڈیننس

== صوبوں پر براہ راست حکومت کرنے کا اختیار

صوبائی حکومتیں:

گورنرز مرکز میں جی جی جیسے اختیارات سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

== صوبوں میں ڈی آر کی کا خاتمہ۔

== ذمہ دار حکومت قائم ہوئی۔

== صوبائی مقننہ یک ایوانی نہیں ہوئی۔ ایکٹ چھ صوبوں میں دو ایوانی مقننہ اور پانچ صوبوں میں یک ایوانی کے

لیے فراہم کیا گیا ہے۔

فرنچائز بڑھا دی گئی لیکن پھر بھی زمینی محصول کی بنیاد پر محدود ہے۔ 5، روپے کی ناقابل منتقلی جائیداد 60، تعلیم: ==

پرانمری۔

ایکٹ کے تحت وفاقی عدالت اور ہائی کورٹس تشکیل دی گئیں۔ 11۔

برما کو ہندوستان سے الگ کر دیا گیا۔ 12۔

سندھ کو بمبئی سے الگ کیا گیا۔ 13۔

تبصرے:

== ایکٹ کا وفاقی حصہ متعارف نہیں کرایا گیا تھا۔

== صوبائی حصہ 1937 میں متعارف کرایا گیا۔

== صوبائی خودمختاری فراہم کی گئی۔

== صوبوں میں منتخب حکومتیں بنیں۔

== ایک مضبوط مرکز برقرار رکھا گیا تھا۔

== اس ایکٹ نے ووٹرز کو وسعت دی۔

== اس ایکٹ کے تحت ہندوستانی حکومت کا دفاع پر کوئی کنٹرول نہیں تھا۔

== بھارتی مقننہ اس میں ترمیم نہیں کر سکی۔

== وفاقی مقننہ کا انتخاب بالواسطہ طور پر ہوتا ہے۔

لیکچر 15

پاک 301

نئی ریاست کے مسائل

آزادی کے حصول نے جدوجہد کے ایک مرحلے کا خاتمہ کیا اور ایک قابل عمل، مستحکم اور خوشحال ریاست کے قیام

اور اسے چلانے کے لیے ایک نئے مرحلے کا آغاز کیا۔ پاکستان نے اپنی آزاد زندگی کا آغاز انتہائی مشکل اور نامساعد حالات میں

کیا۔ پاکستان کو ابتدائی مراحل میں سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔

1. نئی انتظامیہ
2. اثاثوں کی تقسیم
3. پرنسلی ریاستوں کا انضمام
4. فرقہ وارانہ فسادات اور پناہ گزینوں کی آمد
5. نہری پانی اور تجارتی مسائل

نئی انتظامیہ: 1

کراچی میں وفاقی حکومت کے قیام میں تربیت یافتہ انسانی طاقت خصوصاً سینئر افسران کی کمی ایک سنگین مسئلہ تھا۔ ان میں سے زیادہ تر ہندوستان ہجرت کر چکے تھے۔ دفتری جگہ، سامان اور فرنیچر کی کمی تھی۔ اس سے وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کے درمیان براہ راست روابط متاثر ہوئے۔ دوسری طرف، صوبائی حکومتوں پر زیادہ بوجھ تھا کہ مسلم مہاجرین کے مسائل حل کرنے کے لیے مرکز اور صوبوں کے درمیان انتہائی درست روابط کی ضرورت تھی، جن کے پاس کھانے، پینے، پہننے، آرام وغیرہ کے لیے کچھ نہیں تھا۔ سرکاری نظام کو موثر بونا چاہیے تھا لیکن ان تمام سہولیات کے فقدان کی وجہ سے انتظامی حکام کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

اثاثوں کی تقسیم: 2

انڈین حکومت پاکستان کو ریکارڈ اور آلات کی منتقلی کے لیے تعاون نہیں کیا گیا۔ سول انتظامیہ وعدہ شدہ مالی، فوجی اور دیگر حصص کے حوالے نہیں کر رہی تھی جس نے پناہ گزینوں کے درد اور مصائب کو مٹانے کے لیے پہاڑی رکاوٹیں کھڑی کیں۔

مالیاتی اثاثوں

پاکستان کا مکمل مالی حصہ منتقل نہیں کیا گیا۔ ابتدائی طور پر 200 ملین روپے منتقل کیے گئے جو کہ نوزائیدہ ریاست کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں تھے۔ ہندوستانی حکومت اس قدر رجعت پسند تھی کہ اس نے نوزائیدہ مسلم ریاست کا گلا گھونٹنے کے لیے ان فنڈز کو روکنے کی اپنی سطح پر پوری کوشش کی کیونکہ انہیں بے وقوفی کی توقع تھی کہ پاکستان اپنے وجود کے فوراً بعد ٹوٹ جائے گا اور دوبارہ ہندوستان میں شامل ہو جائے گا۔ انہوں نے باقی فنڈز اس وقت تک جاری نہیں کیے جب تک کہ گاندھی کی دھمکی نہ دی جائے۔ مارن برٹ (موت تک روزہ) اس دباؤ کے تحت 1948 کے اوائل میں مزید فنڈز بھیجے گئے لیکن بعد میں کوئی قسط ادا نہیں کی گئی۔

ملٹری ڈویژن

جہاں تک انسانی طاقت کی تقسیم کا مسئلہ ہے اس میں کوئی شدید دھچکا نہیں تھا کیونکہ تقسیم تیسرے شخص کے ہاتھ میں نہیں تھی اور مسلمان اپنے خوابوں کی سرزمین پاکستان میں آنے کے لیے آزاد تھے۔ بہر حال، ان کی منتقلی سست اور غیر محفوظ تھی۔ پاکستان کے ہتھیاروں، سازوسامان اور اسٹورز میں رکاوٹیں تھیں۔ ٹوٹا پھوٹا سامان بھارت نے بھجوا دیا تھا۔ پاکستان کو آرڈیننس کی کوئی فیکٹری نہیں ملی۔ مسلح افواج کی تنظیم نو ایک اور مشکل کام تھا اور اس میں کرنل کے عہدے تک کوئی فوجی افسر نہیں تھا۔ تجربہ کار افسران کی کمی نے برطانوی افسران کو اپنی خدمات جاری رکھنے پر آمادہ کیا۔ اس سے اس خلا کو ُپر کرنے کے لیے فوجی خدمات میں غیر ضروری پروموشن میں تیزی آئی۔

پرنسلی ریاستوں کا انضمام: 3

تقسیم ہند کے دبانے پر ہندوستان میں 560 سے زیادہ شاہی ریاستیں تھیں۔ وی پی مینن اور ماؤنٹ بیٹن کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے 15 اگست سے پہلے تقریباً 500 ریاستیں ہندوستان میں شامل ہو چکی تھیں۔ شہزادے برطانوی نمائندے کے ہر اشارے کا احترام کرنے پر مائل تھے۔

33

انہوں نے شاہی خاندان کے رکن (ماؤنٹ بیٹن) کی خواہش کو تسلیم کیا۔ ہندو انگریزوں کی سازش نے ریاستوں کو پاکستان میں شامل ہونے سے روک دیا۔

جوناکڑھ

یہ ایک چھوٹی ریاست تھی جس کی سمندر تک رسائی تقریباً 7 لاکھ آبادی اور 3377 میل رقبہ پر مشتمل تھی۔ حکمران مسلمان تھا جبکہ اس کی آبادی کی اکثریت ہندو تھی۔ حکمران نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کیا اور پاکستان نے بھی الحاق کو قبول کر لیا۔ نومبر 1947 میں ہندوستانی فوجیں ریاست میں داخل ہوئیں اور اس کا کنٹرول سنبھال لیا۔ ریفرنڈم بھارت کے حق میں تھا۔

حیدرآباد

یہ جغرافیائی
لحاظ سے بڑی
اور مالی لحاظ
سے ایک امیر
ریاست تھی۔ اس
کا حکمران
مسلمان تھا اور
اکثریتی آبادی
ہندو

تھی۔ اسے چاروں طرف سے بھارت نے گھیر رکھا تھا۔ نظام آزاد رہنا چاہتا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے اس کی حوصلہ شکنی کی اور دستخط کر دیے۔ اسٹینڈ اسٹل معاہدہ۔ لیکن ہندوستان نے نظام پر ستمبر 1948 میں اپنی فوج بھیج کر یہ دعویٰ کیا کہ امن و امان کی سنگین صورتحال پیدا ہو گئی ہے۔ ریاست ہندوستان میں ضم ہو گئی۔

کشمیر

سب سے اہم ریاست کشمیر قدرتی طور پر پاکستان سے جڑی ہوئی تھی۔ اس کا حکمران ہندو تھا جبکہ آبادی مسلمان تھی۔ آبادی پاکستان کی طرف مائل ہو گئی لیکن ہندو حکمران نے ہندوستان میں شامل ہونے کا اعلان کر دیا۔ کشمیری عوام نے پونچھ کے علاقے میں حکمران کے خلاف بغاوت کی اور جلد ہی یہ وسیع ہو گیا۔ حکمران نے بھارتی حمایت مانگی۔ بھارت نے الحاق کا مطالبہ کیا۔ 27 اکتوبر 1947 کو بھارتی فوج سری نگر میں اتری۔ لوگوں نے آزادی کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھی اور ہندوستان نے یہ وعدہ کیا کہ آخر کار اقوام متحدہ کی قراردادوں کے تحت لوگوں کے حوالے سے معاملہ طے کر لے گا۔

فرقہ وارانہ فسادات اور مہاجرین: 4

فرقہ وارانہ فسادات اگست 1946 میں شروع ہوئے تھے۔ ہندوستانی علاقوں میں مسلمانوں کے قتل نے انہیں ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ سکھوں اور ہندوؤں نے مہاجرین کے قافلوں اور ٹرینوں پر حملہ کیا۔ مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے منظم گروہ تھے۔ پناہ گزینوں کے مسئلے نے سرحدی علاقوں میں تشویشناک صورتحال پیدا کر دی۔ بڑے پیمانے پر نقل مکانی نئی ریاست کے لیے سنگین معاشی اور انسانی مسائل ثابت ہوئے۔ پناہ گزینوں کے مسئلے سے نمٹنے کے لیے فوج سے مدد مانگی گئی۔

نہری پانی کا مسئلہ: 5

بڑے دریا کشمیر سے نکلتے ہیں اور کچھ نہریں بھارت میں واقع ہیں۔ 1948 میں بھارت نے کچھ نہروں کا پانی بند کر دیا جو مغربی پاکستان میں زراعت کے لیے سنگین خطرہ تھا۔ پاکستان کی معیشت کے لیے انتہائی اہمیت کے حامل دریاؤں پر پانی ذخیرہ کرنے کے بھارتی منصوبے نے صورتحال مزید خراب کر دی۔ اس نے روایتی مسلم مخالف رویہ بھی ظاہر کیا۔ ورلڈ بینک نے ستمبر 1960 (سندھ پانی کے معاہدے) میں اس مسئلے کو حل کیا۔

تجارتی مسئلہ اور معیشت

بھارت نے 1949 میں اپنی کرنسی کی قدر میں کمی کی لیکن پاکستان نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے تجارت روک دی جس نے پاکستان کی معیشت کو بری طرح متاثر کیا کیونکہ اس کا انحصار ہندوستان سے تجارت پر تھا۔ پاکستان کو کمزور معیشت اور کمزور صنعتی بنیاد ورثے میں ملی تھی۔ پاکستان کے ابتدائی سال بھارت کی غیر مددگار پالیسی اور کشمیر کی جنگ کی وجہ سے پریشان کن اور مشکل رہے۔ اس کا پاکستان کے عالمی نظریہ اور بھارت کے ساتھ تعلقات پر گہرا اثر پڑا۔ پاکستان نے اپنی بقا اور سلامتی کے لیے جدوجہد کی۔ بہت سے ہندوستانیوں اور انگریزوں نے پاکستان کے ٹوٹنے کی پیشین گوئی کی۔ ان کا خیال تھا کہ بہت جلد مسلمانوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ حالات کی وجہ سے وہ واپس ہندوستان میں شامل ہونے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان کامیاب ہو گیا۔ اپنے مسائل کے باوجود چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے۔

34

لیکچر 16

پاک 301

(مقاصد کی قرارداد 1949)

قرارداد مقاصد پہلی آئینی دستاویز تھی جو پاکستان میں آئینی پیش رفت کی 'بنیاد' ثابت ہوئی۔ اس نے قانون سازوں کو پیرامیٹرز اور اعلیٰ اصول فراہم کیے۔ اس نے آئین سازی کے عمل کو ان کے سامنے کچھ خاص اہداف کا تعین کرنا آسان بنا دیا جو پاکستانی عوام کے لیے قابل قبول ہوں گے جنہوں نے ہندو اکثریتی اکثریت کے تحت بہت زیادہ نقصان اٹھایا ہے۔ یہ قرارداد اس وقت کے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیر اعظم لیاقت علی خان نے پیش کی تھی اور 12 مارچ 1949 کو اس کی منظوری دی گئی۔

(آئین ساز اسمبلی 1947-54)

پہلی آئین ساز اسمبلی انڈین انڈینڈنس ایکٹ 1947 کے تحت وجود میں آئی۔ یہ انتخابات جولائی 1946 میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اس دعوے کی تقریر کا فیصلہ کرنے کے لیے کرائے گئے کہ یہ ہندوستانی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے جو (AIML) علیحدہ

ہونے کی خواہش رکھتی ہے۔ وطن، پاکستان۔ پاکستان کا حصہ بننے والے اضلاع کے ممبران کو آئین ساز اسمبلی کا ممبر

قرار دیا گیا۔ ایسے اراکین کی تعداد 69 تھی۔ 1947 کے بعد جب کچھ ریاستیں پاکستان میں شامل ہوئیں اور پھر آبادی میں اضافہ ہوا تو یہ بڑھ کر 79 ہو گئی۔ اس وقت اسمبلی میں دو بڑی جماعتیں مسلم لیگ اور کانگریس تھیں۔ اس اسمبلی کے فرائض انجام دینے کے لیے دوہری تھے۔

مقاصد کی قرارداد کی خصوصیات

1. پوری کائنات پر حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ 2. جو اختیار اس نے ریاست پاکستان کو اس کے لوگوں کے لیے ذریعے سونپا ہے اس کو اس کی مقرر کردہ حدود میں استعمال کرنے کے لیے ایک مقدس امانت ہے۔
3. پاکستان کی خود مختار، خود مختار ریاست کے لیے آئین بنایا جائے گا۔ 4. ریاست اپنی طاقت کا استعمال عوام کے نمائندوں کے ذریعے کرے گی۔ 5. اسلام کی طرف سے بیان کردہ جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں پر پوری طرح عمل کیا جائے گا۔
6. مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلام کی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق ترتیب دیں۔ جیسا کہ قرآن و سنت میں بیان کیا گیا ہے۔
7. اقلیتوں کو آزادی کے ساتھ اپنے مذاہب کا دعویٰ کرنے اور اس پر عمل کرنے اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دینے کی آزادی حاصل ہے۔
8. اقلیتوں، پسماندہ اور پسماندہ طبقات کے جائز مفادات کے تحفظ کے لیے انتظامات۔
9. پاکستان خود مختار اکائیوں کے ساتھ ایک فیڈریشن ہو گا۔ ریاست کی خود مختاری اور علاقائی سالمیت کا تحفظ کیا جائے گا۔
10. پاکستانی عوام خوشحال ہو کر اقوام عالم میں اپنا صحیح مقام حاصل کریں اور بین الاقوامی امن اور ترقی اور انسانیت کی خوشی میں اپنا حصہ ڈالیں۔

وضاحت اور اہمیت

قرارداد نے خدا کی حاکمیت کو مخصوص سیاسی فلسفہ قرار دیا۔ مغربی جمہوریت یہ تصور دیتی ہے کہ حاکمیت عوام میں ہے لیکن یہ قرارداد خدا کی حاکمیت کے تصور کے ساتھ ہم ہے۔ اس نے واضح کیا کہ لوگ خدا کی عطا کردہ طاقتوں کو استعمال کریں گے لہذا انہیں اس کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر کام کرنا ہوگا۔ اختیارات کا استعمال ایک مقدس امانت ہے۔ پاکستان کے عوام کے نمائندے اسلامی فریم ورک کی روح کے ساتھ جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے عالمگیر نظریے کے تحت معاملات کو چلائیں گے۔

35

قرارداد میں پاکستان کے مہذب معاشرے میں اقلیتوں، پسماندہ اور پسماندہ طبقات کو مناسب احترام اور حقوق دینے کا عہد کیا گیا۔ ان کے حقوق، مفادات، مذہب اور ثقافت میں خلط ملط نہیں کیا گیا۔ یہ اہم ہے کہ قرارداد میں وفاق کی اکائیوں کو مناسب اختیارات، خود مختاری اور علاقائی سالمیت کا وعدہ کیا گیا تھا۔

غیر مسلموں کے اعتراضات

غیر مسلموں کا بڑا اعتراض یہ تھا کہ حکومت مذہب اور سیاست کو ملانے کی کوشش کر رہی ہے جو جمہوریت کی روح کے خلاف ہے۔ غیر مسلموں نے 'اللہ کی حاکمیت' اور اقلیتوں کے حقوق پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اس سے معاشرے میں عدم مساوات کو فروغ ملے گا۔ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ شریعت جدید دور کے لیے مناسب نہیں ہے۔ انہیں خدشہ تھا کہ اس سے مذہبی انتہا پسندوں کو ایک 'تھیوکریٹک ریاست' کے قیام کے لیے کام کرنے کی ترغیب ملے گی۔

اہمیت

قرارداد مقاصد پاکستان کی آئینی تاریخ کی بنیادی اور بنیادی دستاویز ہے۔ یہ ایک ایسا فریم ورک ہے جو پاکستان کے لوگوں کی بہتر زندگی کے لیے اہداف کے حصول کا طریقہ کار فراہم کرتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ یہ اسلام کی مرکزیت کو سیاست میں اپنائے اور آزادی سے پہلے کے دور سے اپنے روابط کو برقرار رکھے۔ اے آئی ایم ایل کے قانڈین ماڈرنسٹ مسلمان تھے جو ایک آرٹھوڈوکس مذہبی ریاست کے حق میں نہیں تھے۔ اس لیے انہوں نے اسلامی قوانین اور بین الاقوامی جمہوری اقدار کی پاسداری کرتے ہوئے درمیانی راستہ منتخب کیا۔ قرار داد اپنی اہمیت کی وجہ سے تمام آئینوں کی تمہید رہی۔

لیکچر 17

پاک 301

آئینی مسائل

آئین حکمرانی اور سیاسی طاقت اور قانونی اختیار کے استعمال کے لیے بنیادی اصولوں اور فریم ورک کا مجموعہ ہے۔ یہ طاقت کے دائرہ کار، حکومت اور معاشرے کے اندر مختلف اداروں کے درمیان تعلق کو واضح کرتا ہے۔ اسے عام قوانین پر فوقیت حاصل ہے اور اسے عام قوانین کی طرح تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ (1935) میں ترمیم کر کے نئی ریاست پاکستان میں نافذ کیا گیا۔ 1946 کے انتخابات میں منتخب اراکین نے پہلی آئین ساز اسمبلی بنائی جس کو سنگین حالات کا سامنا کرنا پڑا۔

اہم مسائل

اہم مسائل، جن کا سامنا پہلی دستور ساز اسمبلی کو ہوا، وہ یہ تھے

1. وفاقیت
2. نمائندگی
3. علیحدہ یا مشترکہ انتخابی حلقہ
4. قومی زبان کا مسئلہ
5. پارلیمانی یا صدارتی نظام

اسلامی یا سیکولر ریاست 6.

1: وفاقیت:

وفاقیت پر اتفاق رائے تھا لیکن ابھی بہت سے معاملات طے ہوئے تھے۔ اہم یہ تھا کہ پاکستان پر مشتمل تھا۔ دو علاقائی حصے مشرقی پاکستان (زیادہ آبادی کے ساتھ، کم علاقہ لیکن انتظامی طور پر ایک یونٹ اور مغربی پاکستان (انتظامی طور پر 4 یونٹس)۔ وفاقیت کا مطلب ریاست یا ملک کے اتحاد کو برقرار رکھتے ہوئے اس قسم کے تنوع کو ایڈجسٹ کرنا ہے۔

طاقة کی تقسیم:

یہ سب سے مشکل سوال تھا کہ طاقت کو مرکز اور صوبوں میں کیسے تقسیم کیا جائے گا۔ برطانوی راج کے ورثے نے ایک روایت دی۔ مضبوط مرکز۔ لیکن صوبے مزید مطالبہ کر رہے تھے۔ خود مختاری اور صوبائی حقوق۔ عبوری آئین اور 1956 کے آئین میں مضبوط مرکز کی روایت برقرار رہی۔

2: نمائندگی:

وفاقی سطح پر نمائندگی ایک اور متضاد مسئلہ تھا کیونکہ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان آبادی اور سائز میں مختلف تھے۔ دوسری طرف پاکستان کے مغربی حصے میں تنوع تھا۔ مغربی پاکستان کے صوبے بھی آبادی اور حجم میں مختلف تھے۔ یہ سب اپنی نمائندگی اور صوبائی خود مختاری کے حوالے سے حساس تھے۔
نے 12 مارچ 1949 کو (CA) اکائیوں اور آبادی کی نمائندگی کے لیے ایک معیاری فارمولہ رکھنے کے لیے دستور ساز اسمبلی تشکیل دی۔ اس کمیٹی کا بنیادی کام مستقبل کے آئین کے لیے بنیادی اصولوں کا ایک سیٹ وضع (BPC) ایک بنیادی اصول کمیٹی کرنا تھا۔ پاکستان کے

37

پہلی بی بی سی رپورٹ:

اس کمیٹی نے 28 کو اپنی پہلی رپورٹ پیش کی۔ 29 ستمبر 1950۔ اس رپورٹ کے مطابق پارلیمنٹ کے دو ایوانوں کی تجویز دی گئی۔ ایوان زیریں کا انتخاب آبادی کی بنیاد پر ہونا تھا اور ایوان بالا کا انتخاب پاکستان کے تمام صوبوں یعنی مشرقی بنگال، مغربی پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے لیے مساوی نمائندگی کی بنیاد پر ہونا تھا۔ دونوں ایوانوں کے لیے یکساں اختیارات کی تجویز دی گئی۔ قومی زبان کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ مشرقی بنگال نے اس رپورٹ کی مخالفت کی اور لیاقت علی خان نے اسے واپس لے لیا۔

دوسری بی بی سی رپورٹ:

دسمبر 1952۔ اس رپورٹ کے مطابق پارلیمنٹ کے دو ایوانوں کو ndبی پی سی نے 22 کو اپنی حتمی رپورٹ پیش کی۔ مساوی حیثیت اور اختیارات حاصل ہوں گے۔ اس نے مشرقی اور مغربی ونگ کو مساوی نمائندگی کی تجویز پیش کی۔ اس رپورٹ کو پاکستان کے دونوں ونگز میں ردعمل کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ مشرقی پاکستان اور پنجاب دونوں میں برابری کے اصول کی تعریف نہیں کی گئی۔

محمد علی بوگرہ فارمولا:

محمد علی بوگرہ نے وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے فوراً بعد آئین سازی میں تعطل کو دور کرنے کا فارمولا پیش کیا۔ اس فارمولے کے مطابق پاکستان میں دو ایوانوں والی مقننہ ہوگی۔ ایوان بالا میں پانچ اکائیوں میں سے ہر ایک کی مساوی نمائندگی ہوگی۔ ایوان زیریں میں آبادی کو نمائندگی دی جائے گی۔ اس طرح مشرقی پاکستان کو زیادہ نمائندگی دی گئی۔ دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاسوں میں دونوں بازو یکساں طاقت کے حامل ہوں گے۔ بوگرہ

فارمولے پر ردعمل

ملک کے دونوں حصوں میں اس کا خیر مقدم کیا گیا۔ برابری اور آبادی کی نمائندگی کے اصول کو سراہا گیا۔ اس نے

اردو اور بنگالی دونوں کو قومی زبان قرار دے کر قومی زبان کا مسئلہ بھی حل کر دیا۔

ون یونٹ مغربی پاکستان اکتوبر 1955

مغربی پاکستان کا ون یونٹ 14 کو قائم ہوا۔ 1955ء اکتوبر 1955ء پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے صوبوں کو ایک یونٹ میں ملا دیا جائے گا تاکہ ملک کے دو حصوں کے درمیان برابری قائم کی جا سکے۔

علیحدہ یا مشترکہ انتخابی حلقہ: 3

برطانوی حکومت نے 1909 میں مسلمانوں کے مطالبے پر علیحدہ انتخابی حلقہ اختیار کیا تھا۔ لیکن اقلیتوں نے آزادی کے بعد اس کی حمایت نہیں کی۔ مذہبی عناصر نے اس کی حمایت ورثے کے حصے کے طور پر کی۔ مشرقی: مشترکہ انتخابی حلقوں کے لیے فیصلہ کیا گیا۔ مغرب: الگ ووٹر۔

قومی اسمبلی نے تمام پاکستان کے لیے مشترکہ رائے دہندگان کو منظور کیا۔ 4: **قومی زبان کا** 1957:

مسئلہ

آزادی سے پہلے: پورے ہندوستان میں مسلم اشرافیہ نے اردو کو اپنایا۔ 1948 میں جناح نے اعلان کیا کہ اردو قومی زبان ہوگی لیکن صوبے اپنی زبانیں استعمال کرسکتے ہیں۔ مشرقی بنگال میں اردو کی مخالفت تھی۔ یہ جناح کی موت کے بعد مزید واضح ہو گیا کیونکہ آئین سازی پر تنازعات شروع ہو گئے۔ زبان کی تحریک مشرقی پاکستان میں فروری 1952 میں شروع ہوئی۔ وفاقی حکومت کے بنگالی زبان مخالف رویے کی شکایت تھی۔ 38

میں دو زبانوں کا فارمولا اپنایا گیا۔ 1973 سے علاقائی زبانوں کی ترقی کے لیے اردو کو قومی زبان کے طور پر 1954 پر اپنایا گیا۔

پارلیمانی یا صدارتی؟: 5

پارلیمانی نظام کے لیے اتفاق رائے ہوا۔ لیکن صدارتی نظام کا ایک محدود مطالبہ تھا۔ 1958 کے فوجی قبضے کے بعد صدارتی نظام کے حامی غالب ہو گئے۔ 1962 کا آئین صدارتی آئین تھا۔

اسلامی یا سیکولر ریاست: 7

تحریک پاکستان کے آغاز سے ہی یہ معاہدہ تھا کہ ریاست کا اسلام کے ساتھ قریبی تعلق ہو گا۔ مسلمانوں نے اپنے قومی شخص کی تعریف اسلام اور اس کے ورثے کے حوالے سے کی۔ کچھ مخالفت آئین ساز اسمبلی کے کانگریسی ارکان اور چند سیکولرز کی طرف سے ہوئی۔ ایک وسیع معاہدہ تھا کہ ریاست اپنی شناخت اسلام سے کرے گی۔ آئین ساز اسمبلی نے ریاست اور اسلام کے درمیان قطعی تعلق کی وضاحت کرنے میں وقت لیا۔

مقاصد کی قرارداد

جیسا کہ لیکچر 16 میں بحث کی گئی قرارداد مقاصد نے پاکستان میں تھیوکریسی کو مسترد کر دیا اور پاکستان کے مستقبل کے آئین کے لیے بنیادی مقاصد فراہم کیے ہیں۔

:جن مسائل پر توجہ دی جانی تھی۔

1. منتخب اسمبلی کے لیے قانون سازی کا دائرہ کار؟
2. اسلامی نوعیت کے قوانین کے بارے میں کون فیصلہ کرے گا؟ کیا علماء کے بورڈ کو یہ اختیار دیا جانا چاہئے؟
3. خواتین کی پوزیشن، ووٹ اور کام؟
4. مذہبی اقلیتیں؟

دستور ساز اسمبلی میں اور باہر بحث جاری رہی۔ مذہبی عناصر کی طرف سے اسلامی سیاسی نظام کا فعال مطالبہ تھا۔ اس تناظر میں مختلف فرقوں کے سرکردہ علمائے کرام نے مستقبل کے آئین کو مذہبی بنیاد فراہم کرنے کے لیے مشہور 22 نکات پیش کیے۔

کلیدی مسند:

قرآن و سنت کی بالادستی کے تصور کی ترجمانی کے لیے کس قسم کے ادارے اور عمل بنائے ہوں گے؟

دستور ساز اسمبلی نے درمیانی راستہ اور جدیدیت پسندانہ نقطہ نظر اپنایا۔ اسلامی اصولوں اور اقدار کی روح، حکمرانی،

نمائندگی اور انتظامیہ کے جدید تصورات کو یکجا کر دیا گیا۔

جب ہم آئین پر بحث کریں گے تو اسلامی دفعات کو اٹھایا جائے گا۔

39

لیکچر 18

پاک 301

(آئین سازی 1947-56)

ملکی معاملات سے نمٹنے کے لیے آئین ایک بنیادی دستاویز ہے۔ یہ حکمرانی اور طاقت کے استعمال کا فریم ورک متعین کرتا ہے۔ یہ وفاقی اکائیوں کے درمیان تعلقات کی رہنما خطوط فراہم کرتا ہے۔ قانون سازی ہمیشہ اپنی حدود میں ہوتی ہے۔ کو آئین بنانے کا (CA) ترمیم شدہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ (1935) 1947 میں پاکستان کا عبوری آئین بن گیا۔ دستور ساز اسمبلی کام سونپا گیا۔ سی اے کا پہلا اجلاس 11 اگست 1947 کو کراچی میں ہوا۔ لیکچر 17 میں ہم نے ان آئینی مسائل پر بات کی ہے جن کو نمٹنا تھا، بنیادی طور پر 6 اہم مسائل۔ اب ہم آئین سازی کے مراحل پر بات کریں گے۔ CA سے

اس عمل کا آغاز قرارداد مقاصد (لیکچر 16) کی منظوری سے ہوا جس میں اسلامی اور جمہوری اقدار کو مستقبل کے کو آئینی اختیارات کے لیے کام کرنے کے (BPC) آئین کی بنیاد کے طور پر اپنایا گیا۔ 24 ارکان پر مشتمل بنیادی اصول کمیٹی لیے بنایا گیا تھا۔ وفاقی اور صوبائی اختیارات، فرنچائز، عدلیہ اور بنیادی حقوق سے متعلق مختلف ذیلی کمیٹیوں نے کام شروع کر دیا۔ دینی معاملات میں مشورے کے لیے بورڈ آف تعلیم اسلامیہ بھی قائم کیا گیا۔

بی بی سی کی پہلی رپورٹ، 1950

اہداف کی قرارداد دستور میں بطور ہدایتی اصول شامل کی جائے۔ 2: مقننہ: پارلیمنٹ کے دو ایوان۔ 1:

اوپری: (ہاؤس آف یونٹس) اکائیوں کے لیے مساوی نمائندگی

نیدرین: (لوگوں کا گھر) آبادی کی بنیاد پر۔ دونوں ایوانوں کو مساوی اختیارات حاصل ہوں گے۔

مشترکہ اجلاس کے ذریعے منتخب ہونے والے سربراہ مملکت پانچ سال کے لیے ہوں گے (صرف دو مدت)۔ صدر کے پاس: 3: صوابدیدی اور ایمرجنسی، تقرری اور دیگر اختیارات تھے۔ صدر کسی کو جوابدہ نہیں تھا، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، اس کی کو جوابدہ ہو گی۔ پارلیمنٹ 2/3 اکثریت سے ان کا مواخذہ کر سکتی ہے۔ انہیں CA اور کابینہ کرے گی جو (PM) مدد وزیر اعظم آئین کو منسوخ کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔

4: کابینہ دونوں ایوانوں کی ذمہ دار ہے۔

5: قومی زبان کا کوئی ذکر نہیں۔

تنقید:

اس رپورٹ پر ملک بھر میں شدید تنقید کی گئی۔ یہ مشرق اور مغرب دونوں بازوؤں کو مطمئن نہیں کر سکا۔ مذہبی گروپ نے نے احتجاج (EP) اعتراض کیا کہ رپورٹ میں اسلامائزیشن کے بارے میں کچھ نہیں ہے۔ نمائندگی کے سوال پر، مشرقی پاکستان کیا کہ ان کی اکثریت نے رپورٹ کو مسترد کر دیا ہے۔ انہوں نے ریمارکس دیئے کہ انہیں مستقل اقلیت میں ڈال دیا گیا ہے۔ ای پی سے تھوڑی زیادہ تھی لیکن اسے چھوٹے صوبوں کی طرح سمجھا جاتا تھا کیونکہ دونوں ایوانوں (WP) کی آبادی مغربی پاکستان کو مساوی اختیارات دیئے گئے تھے۔ اس لیے ڈبلیو پی کا تسلط مشرقی ونگ کے لیے ناقابل برداشت تھا۔

زبان کا مسئلہ قومی یکجہتی کے لیے تباہ کن ثابت ہوا۔ مشرقی پاکستانیوں نے اردو کو سرکاری زبان بنانے کی تجویز کی

مذمت کی۔

دوسری بی بی سی رپورٹ، 1952

1. سربراہ مملکت مسلمان ہوگا اور اختیارات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔
2. مشرقی اور مغربی پنکھوں کو مساوی نمائندگی:
3. یو ایچ (ایچر ہاؤس) 60، 60 ایل ایچ 200، 200
4. ایوان زیریں کو مزید اختیارات دیے گئے۔ کابینہ کو ایوان زیریں کا ذمہ دار بنایا گیا۔
5. وعدہ کیا گیا تھا کہ قانون سازی اسلام کے مطابق ہوگی۔ اسلامی اصولوں کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔
6. پانچ اسلامی سکالرز پر مشتمل مشاورتی بورڈ قائم کیا گیا۔

40

قومی زبان پر خاموشی۔ 6.

تنقید:

کی تشکیل قابل قبول نہیں تھی۔ UH خاص طور پر پنجاب کے سیاستدانوں نے اس رپورٹ کی مذمت کی کیونکہ نمائندگی کی بنیاد پر اسے وفاق کے اصول کے خلاف قرار دیا گیا۔ ڈبلیو پی نے صرف ایوان بالا کے لیے برابری کی حمایت کی۔ سیاسی بحران نے وزیر اعظم ناظم الدین کو ہٹا دیا اور بنیادی مسئلے سے توجہ ہٹ گئی۔

تیسری رپورٹ: محمد علی فارمولا اکتوبر 1953

تنقید کی روشنی میں تجاویز پر نظر ثانی کی گئی اور فیصلہ کیا گیا ایوان بالا: پانچوں اکائیوں کو مساوی نمائندگی ایوان زیریں: مشرقی حصے کو زیادہ نمائندگی مشترکہ اجلاس کے دوران، دونوں بازو کی برابر نمائندگی تھی

مشرقی پاک مغربی پاک
ایوان بالا 40 10
ایوان زیریں 135 165

مشترکہ اجلاس 175
اکثریت سے فیصلہ لیکن اس میں ہر زون سے 30 فیصد اراکین کا ہونا ضروری ہے۔

تنقید:

اس نے کچھ مشکل عمل تجویز کیا لیکن زیادہ تر یہ وسیع پیمانے پر قابل قبول تھا۔ دو زبانوں، اردو اور بنگالی کو سرکاری زبانوں کے طور پر منظور کیا گیا جس نے قومی یکجہتی کو نقصان پہنچایا کیونکہ قائداعظم نے اردو کو قومی زبان کے طور پر تسلیم کرنے کی خواہش کی تھی۔ یہ بات اہم ہے کہ فارمولے کے بعد آئین کے مسودے پر کام شروع ہوا کیونکہ تعطل ختم ہو چکا تھا۔

تحلیل CA

اکتوبر 1954 میں، جی جی (گورنر جنرل) نے سی اے کو تحلیل کر دیا جسے مولوی تمیز الدین نے سندھ کی عدالت میں چیلنج کیا تھا۔ عدالت نے تحلیل کو غیر قانونی قرار دیا لیکن فیڈرل کورٹ نے جی جی کی کارروائی کو برقرار رکھا لیکن ایک منتخب سی اے لگانے کا کہا۔

دوسری آئین ساز اسمبلی، جون جولائی 1955

غلام محمد نے 10 مئی 1955 کو ایک کنونشن بلایا۔ اس کے تمام ممبران کا انتخاب بالواسطہ (صوبائی اسمبلیوں کے سی اے وجود میں آیا۔nd ذریعے) ہونا تھا۔ اس طرح، 2

ون یونٹ سکیم اکتوبر 1955

ڈبلیو پی میں مختلف صوبوں کی موجودگی نے سی اے میں ڈبلیو پی کی نمائندگی کے معاملے کو پیچیدہ بنا دیا تھا۔ اسے ون یونٹ، 30 اکتوبر 1955) میں ملا کر سنبھالا گیا۔ اب دونوں حصے دو اکائیاں بن چکے تھے اور) ONE یونٹوں کو WP تمام

یکساں طور پر خطاب کیا جا سکتا تھا۔

آئین سازی۔

ون یونٹ اسکیم نے آئین سازی کے کام کو کامیابی سے انجام دینے میں مدد کی۔ پچھلی کمیٹیوں کی رپورٹ نے نئی جنوری 1956 کو ہوا۔ اسے بعض ترامیم کے ساتھ CA 9 29nd اسمبلی کی مدد کی جس نے اپنا کام مکمل کیا اور 2 میں پیش کیا۔ جنوری 1956 کو منظور کیا گیا اور 23 مارچ کو نافذ کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی پاکستان اسلامی جمہوریہ بن گیا۔

لیکچر 19

پاک 301

کا آئین 1956

کا آئین طویل غور و خوض کے بعد منظور ہوا۔ اس نے عبوری آئین کی جگہ لے لی۔ اس میں 234 مضامین اور 1956 6 شیڈول ہیں۔ اس نے اعلان کیا کہ ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہوگا۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 اور عبوری آئین کا واضح اثر تھا۔

خصوصیات

پارلیمانی نظام: 1

ایگزیکٹو اتھارٹی صدر کے پاس ہے جس نے اسے وزیر اعظم کے مشورے پر استعمال کیا سوائے ان معاملات میں جن کے پاس صوابدید تھی۔ صدر کے پاس رسمی افعال تھے اور انہوں نے محدود اختیارات کا استعمال کیا۔ صدر کی عمر 45 سال، مسلم اور قومی اسمبلی کا رکن بننے کا اہل ہو گا۔ انہیں قومی اسمبلی (این اے) اور صوبائی اسمبلیوں سے منتخب ہونا تھا۔ **وزیر اعظم**

وزیراعظم کا تقرر صدر کرے گا۔ صدر انہیں اس وقت تک نہیں ہٹا سکتے جب تک انہیں یقین نہ ہو کہ وزیراعظم قومی اسمبلی میں اکثریت کی حمایت حاصل نہیں ہے۔ صدر اس کا واحد جج ہوگا۔ وہ پی ایم سے اپنی حمایت ظاہر کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں۔ کابینہ اجتماعی طور پر قومی اسمبلی کی ذمہ دار تھی۔ وزیر اعظم کابینہ کی مدد سے حکومت کے سربراہ تھے۔

ایک ایوان پارلیمنٹ:

قومی اسمبلی پارلیمنٹ کا واحد ایوان تھا جس میں 300 سے زائد خواتین کی نشستیں تھیں۔ نمائندگی کے لیے برابری کے اصول کو دیکھا گیا۔ جنرل نشستوں پر براہ راست انتخابات کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ تمام قانون سازی کے اختیارات قومی اسمبلی کے پاس تھے۔ صدر بلوں کو واپس، مسترد یا دستخط کر سکتے ہیں۔ عام اخراجات کے مانیٹری بلز کے حوالے سے قومی اسمبلی کے پاس تمام اختیارات تھے لیکن وہ کنسولیڈیٹڈ فنڈ لسٹ پر ووٹ نہیں دے سکے۔ صدر، ججز، فیڈرل سروس کمیشن وغیرہ کی تنخواہیں کنسولیڈیٹڈ فنڈ سے ادا کی جانی تھیں۔ این اے ایگزیکٹو کو کنٹرول کر سکتا ہے۔

وفاقی نظام: 2

آئین نے تین فہرستیں فراہم کیں: وفاقی، صوبائی اور کنکرنٹ۔ پاکستان کے وفاق میں دو صوبے تھے۔

صوبائی ساخت: 3

صوبائی سطح پر منتخب اسمبلی ہوتی تھی۔ پارلیمانی نظام برائے نام گورنر کی سربراہی میں۔ اصل اختیارات وزرائے اعلیٰ اور ان کی کابینہ کو دیے گئے۔ مرکز کے پاس کچھ غالب اختیارات تھے اور کچھ ہنگامی اختیارات بھی۔ وہ تھے

شق 191: بیرونی یا اندرونی وجوہات کی بنا پر سلامتی یا معاشی زندگی خطرے میں تھی۔ شق 193: صوبوں میں
آئینی بحران۔

آزاد عدلیہ: 4

مرکز کی سطح پر اعلیٰ ترین عدالت سپریم کورٹ تھی، پھر صوبوں میں ہائی کورٹس اور ماتحت عدالتیں قائم ہوئیں۔ اعلیٰ عدالتوں کو آئین کی تشریح کا اختیار حاصل ہے۔ وہ حکومتوں کے درمیان جھگڑے سن سکتے تھے۔ وہ شہریوں کے قانونی حقوق کے محافظ تھے۔

بنیادی حقوق: 5

پاکستان کے عوام کو شہری اور سیاسی حقوق دیے گئے لیکن ایمرجنسی کی صورت میں انہیں معطل کیا جا سکتا ہے۔

ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول: 6

یہ اصول پالیسی سازی کے لیے رہنما اصول فراہم کرتے ہیں۔ مقاصد کی قرارداد کے اصول شامل تھے۔ تمہید دوسرے اصولوں کے بارے میں ضمانت بھی شامل تھی۔ اسلامی طرز عمل، لوگوں کی فلاح و بہبود، غیر امتیازی سلوک اور بنیادی ضروریات کی تکمیل وغیرہ

اسلامی کردار: 7

ملک کا نام اسلامی جمہوریہ تھا، قرارداد مقاصد تمہید تھی۔ دیگر اسلامی شقیں ہدایتی اصولوں کا حصہ تھیں۔ اسلامی اصولوں اور تعلیمات کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جا سکتا۔ موجودہ قوانین کو اسلامی تعلیمات کے مطابق لایا جائے گا۔ قوانین کی جانچ کے لیے ایک کمیشن بنایا جانا تھا۔ ان کو مطابقت میں لانے کے لیے۔ قانون اسلامی ہے یا نہیں اس کا فیصلہ قومی اسمبلی کو کرنا تھا۔ دی معاملہ عدلیہ کے ساتھ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اسلام کو ریاستی مذہب قرار نہیں دیا گیا۔ اسلامی ورثے اور جڑیں جدید کے ساتھ یکجا ہیں۔ گورننس اور معتدل سیاسی نظام کے تصورات اپنایا گیا تھا۔

آئین کا کام کرنا

انتخابات کے نفاذ کے بعد کوئی انتخابات نہیں ہوئے۔ بالآخر 7 اکتوبر 1958 کو اسے منسوخ کر دیا گیا۔ اس نے 23 مارچ 1956 سے 7 اکتوبر 1958 تک کام کیا۔

لیکچر 20

پاک 301

کا آئین 1962

1. پس منظر
2. آئین سازی
3. نمایاں خصوصیات

پس منظر: 1

اکتوبر 1958 کو فوج نے اقتدار سنبھالا اور اس کے نتیجے میں ایوب خان چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن گئے۔ 7 ایک بڑا کام نیا آئین بنانا تھا۔ انتظامیہ پارلیمانی نظام پر تنقید کرتی تھی کیونکہ اس سے ماضی میں عدم استحکام پیدا ہوا تھا۔ وہ جمہوریت کی بتدریج ترقی میں قوم کے استحکام کے خواہاں تھے۔

آئین سازی: 2

حکومت نے اکتوبر 1959 میں بنیادی جمہوریت متعارف کرائی۔ اس نظام کے تحت ہر صوبے میں چالیس ہزار بنیادی جمہوریت پسندوں (مقامی کونسلرز) کو منتخب کیا جانا تھا۔ انہیں مقامی حکومت کے طور پر کام کرنا ہے اور ترقیاتی کاموں میں ان کا کردار ہے۔ انہوں نے صدر اور قومی اسمبلی کے انتخاب کے لیے ایک الیکٹورل کالج کے طور پر بھی کام کیا۔ کے انتخابات دسمبر 1959 اور جنوری 1960 میں ہوئے تھے۔ پھر 17 فروری 1960 کو (BD) بنیادی جمہوریتوں کے منتخب اراکین نے صدارتی ریفرنڈم کرایا۔ فروری 1960 میں جسٹس شہاب الدین کی سربراہی میں ایک آئینی کمیشن قائم BD کیا گیا جو سابق چیف تھے۔ انصاف، کمیشن کو تفویض کردہ کام یہ تھے: *پارلیمانی نظام کی ناکامی کے اسباب کا جائزہ لینا۔ کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک نیا نظام تجویز کریں۔

لوگوں کی ذہانت (a) ب

تعلیم کا معیار

ملک کے اندرونی حالات (c)

ترقی کی ضرورت (d)

کمیشن نے مئی 1961 میں اپنی رپورٹ پیش کی جس کے بعد دو کمیٹیوں نے اس کا جائزہ لیا۔ ان کمیٹیوں کی رپورٹ کے تحت نئے آئین کا مسودہ تیار کیا گیا۔ کے انتخابات (PAS) اور صوبائی اسمبلیوں (NA) ایوب نے یکم مارچ 1962 کو آئین کا اعلان کیا۔ قومی اسمبلی بالترتیب اپریل اور مئی 1962 میں ہوئے۔ 8 جون 1962 کو نیا آئین نافذ کیا گیا۔ مارشل لاء واپس لے لیا گیا۔ نیا آئین 250 آرٹیکلز، 5 شیڈولز پر مشتمل تھا۔

آئین کی نمایاں خصوصیات: 3

ریاست کا عنوان: 1

جمہوریہ اور اسلامی جمہوریہ

صدارتی نظام: 2

ایک طاقتور صدر جو ریاست کے انتظام اور امور کا ذمہ دار تھا۔ وہ مسلمان ہونا چاہیے، کم از کم 40 سال کی عمر کا

ہونا چاہیے، قومی اسمبلی کا رکن بننے کا اہل ہونا چاہیے۔ وہ پانچ سال کے لیے بالواسطہ انتخابات کے ذریعے منتخب ہوں گے۔
کی منظوری سے دوبارہ PAS اور NA اگر وہ 8 سال سے زیادہ عرصے سے اپنے عہدے پر فائز رہے ہیں تو وہ

الیکشن لڑ سکتے ہیں۔

قومی اسمبلی کو صدر کے مواخذے کا اختیار دیا گیا تاہم اس کا حصول مشکل تھا۔

صدر قومی اسمبلی کو تحلیل کر سکتے ہیں لیکن اس صورت میں انہیں دوبارہ انتخاب کرنا

یوگا: صدر کے اختیارات

صدر تمام ایگزیکٹو، قانون سازی اور عدالتی اختیارات کا فوکل پوائنٹ تھا۔ کابینہ اس کی ذمہ دار تھی۔ تمام اہم تقرریاں صدر کی طرف سے کی جانی تھیں۔ وہ آرڈیننس جاری کر سکتا تھا۔ وہ ملک میں ہنگامی حالت کا اعلان بھی کر سکتا ہے۔

3: قومی اسمبلی (این اے)

قومی اسمبلی ملک کے دو حصوں کے درمیان برابری کے اصول کی بنیاد پر ایک گھر پر مشتمل تھی۔ 150 نشستیں تھیں اور 6 نشستیں خواتین کے لیے مختص تھیں۔ تمام بالواسطہ منتخب ہوئے۔ رکنیت کے لیے کم از کم عمر کی حد 25 سال تھی۔

قانون سازی کے اختیارات

قومی اسمبلی کے پاس قانون سازی کے تمام اختیارات تھے لیکن قانون کی حتمی توثیق صدر نے کرنی تھی۔ صدر بل پر دستخط، مسترد یا واپس کر سکتے ہیں۔

مالیاتی طاقتیں

این اے کے مالی اختیارات محدود تھے۔ صرف نئے اخراجات کو ووٹ دیا جا سکتا تھا۔ این اے کنسولیڈٹڈ فنڈ لسٹ اور بار بار چلنے والے اخراجات کو مسترد نہیں کر سکا۔

4: وفاقی

وفاق کے دو صوبے تھے: مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان۔ مضامین کی صرف ایک فہرست، یعنی مرکزی فہرست انہیں میں دی گئی تھی۔

صوبائی حکومتیں

گورنر صوبوں کے سربراہ تھے اور اپنی کابینہ کے ساتھ صوبے پر حکومت کرتے تھے۔ صوبائی حکومتیں براہ راست صدر کے ماتحت تھیں۔ طاقتور صدر کے ساتھ ایک مضبوط مرکز تھا۔ اس کے پاس صوبائی معاملات چلانے کے لیے کافی اختیارات تھے۔ ہنگامی اختیارات کی صورت میں مرکزی حکومت صوبے کا براہ راست کنٹرول لے سکتی ہے۔

5: پالیسی کے اصول

- قومی یکجہتی منائی جائے گی۔
- پسماندہ لوگوں کے مفادات کا خیال رکھا جائے گا۔
- قومی زندگی میں شرکت کے مواقع۔
- تعلیم اور لوگوں کی بھلائی۔
- اسلام کو روزمرہ کی زندگی میں نافذ کیا جائے گا۔

6: بنیادی حقوق

• انہیں میں بنیادی حقوق دیے گئے۔

7: سیاسی جماعتیں

اصل میں سیاسی جماعتوں کو اجازت نہیں تھی۔ پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ 1962 میں لایا گیا۔

اسلامی احکام

قرارداد مقاصد انہیں کی تمہید تھی۔ دیگر اسلامی دفعات اصولی پالیسی کا حصہ تھیں نہ کہ انہیں کا۔

مشاورتی کونسل برائے اسلامی نظریاتی

انہیں میں ایک مشاورتی کونسل برائے اسلامی نظریاتی بنائی گئی تھی جس کے 5-12 ارکان تھے۔ یہ ایک سفارشی ادارہ تھا۔

اسلامی تحقیقی ادارہ

اسے اسلام میں تحقیق اور ہدایات کے لیے ڈیزائن کیا گیا تھا تاکہ مسلم معاشرے کی صحیح معنوں میں اسلامی خطوط پر

تعمیر نو میں مدد کی جا سکے۔

آئین کا کام کرنا

آئین 8 جون 1962 سے 25 مارچ 1969 تک نافذ رہا۔

لیکچر 21

پاک 301

کا آئین 1973

1. پس منظر
2. آئین سازی
3. خصوصیات

پس منظر: 1

مارچ 1969 کو 1962 کے آئین کی منسوخی کے نتیجے میں ملک میں دوسرا مارشل لاء لگا۔ یحییٰ خان نے پہلے عام انتخابات 25 مارچ 1971 کو اقتدار ذوالفقار علی بھٹو کو سونپ دیا۔ لیکن مارشل لاء چلتا رہا اور کوئی آئین نہیں تھا۔ قومی اسمبلی کے بعد 20 دسمبر 1971 کو اقتدار ذوالفقار علی بھٹو کو سونپ دیا۔ لیکن مارشل لاء چلتا رہا اور کوئی آئین نہیں تھا۔ قومی اسمبلی نے ایک عبوری آئین کی منظوری دی، جو 21 اپریل 1972 کو نافذ کیا گیا۔

آئین سازی: 2

تمام جماعتوں کے ارکان قومی اسمبلی پر مشتمل آئینی کمیٹی اپریل 1972 میں قائم کی گئی تھی۔ وزیر قانون اس کمیٹی کے چیئرمین تھے۔

اکتوبر 1972 میں تمام جماعتوں نے مستقبل کے سیاسی نظام پر اتفاق کیا۔ کمیٹی نے 31 دسمبر 1972 کو رپورٹ دی۔ طویل غور و خوض اور سمجھوتوں کے بعد حتمی مسودہ 10 اپریل 1973 کو متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔ 14 اگست 1973 کو نیا آئین نافذ کیا گیا۔ اس کے بعد سے دو وقفوں کے ساتھ کام کیا۔ یہ مندرجہ ذیل ادوار کے دوران کام کرتا رہا

آپریشنل: 1973-77

معطل: 1977-1985

تبدیلیوں کے بعد آپریشنل: 1985-1999

معطل: 1999-2002

کے بعد تبدیلیوں کے بعد آپریشنل: 2002

آئین کی خصوصیات: 3

پارلیمانی نظام: 1

حکومت کے سربراہ کے طور پر ایک انتہائی کمزور صدر کے ساتھ (PM) یہ ایک پارلیمانی آئین تھا جس میں طاقتور وزیر اعظم تھا۔

صدر کو وزیر اعظم کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔ ان کے تمام احکامات پر پی ایم کے جوابی دستخط ہونے تھے۔ وزیر اعظم کا انتخاب قومی اسمبلی سے کیا جائے گا۔

وزیر اعظم نے تمام انتظامی اختیارات کا استعمال کیا۔

وزیر اعظم قومی اسمبلی کو جوابدہ تھے۔

صدر کے اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔ انہوں نے وزیر اعظم کی تقریروں میں کچھ صوابدید کا لطف اٹھایا۔ ان کے پاس 1985 میں صوابدید کے اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔ انہوں نے وزیر اعظم کی تقرری کے اختیارات ان کے پاس تھے۔ وہ پارلیمنٹ سے منظور شدہ بلوں کو اپنی منظوری دیتا ہے یا انہیں واپس کرتا ہے۔

صدر:

کم از کم 45 سال کی عمر، مسلم، قومی اسمبلی کا رکن بننے کے لیے اہل ہونا ضروری ہے۔ وہ 5 سال کے لیے پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے ذریعے منتخب ہوتے ہیں۔

دو ایوانوں والی پارلیمنٹ

- ایوان بالا جسے سینیٹ کہتے ہیں۔ اس ایوان میں صوبوں کو مساوی نمائندگی دی گئی ہے۔ قبائلی علاقوں، خواتین اور ٹیکنوکریٹس کے لیے نشستیں مختص ہیں۔ اس کی اصل طاقت 63 تھی جسے بعد میں بڑھا کر 87 اور پھر 100 کر دیا گیا۔
- سینیٹ کا انتخاب بالواسطہ طور پر ہوتا ہے۔ یہ ایک مستقل ایوان ہے کیونکہ اس کے نصف ارکان تین سال کے بعد منتخب ہوتے ہیں۔
- ایوان زیریں: قومی اسمبلی کا انتخاب آبادی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اس کی اصل تعداد 210 تھی لیکن اب یہ 342 ہے۔ این اے۔
- پانچ سال کے لیے منتخب ہوتا ہے۔

- سینیٹ: بالواسطہ انتخابات
- قومی اسمبلی: براہ راست انتخابات
- فرنچائز کے لیے ووٹ ڈالنے کی عمر 21 سے کم کر کے 18 کر دی گئی ہے۔
- کے آئین کے تحت پارلیمنٹ ایک طاقتور قانون ساز ادارہ ہے۔ اسے تمام قانون سازی کے اختیارات حاصل ہیں۔ اس 1973 کے پاس سوالات، قراردادوں، پارلیمانی کمیٹیوں وغیرہ کے ذریعے ایگزیکٹو کا کنٹرول ہے۔
- قومی اسمبلی سینیٹ سے زیادہ طاقتور ہے۔ بجٹ قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ کابینہ قومی اسمبلی کو جوابدہ ہے۔

وفاقی نظام

فیڈریشن آف پاکستان کے چار صوبے اور وفاق کے زیر انتظام علاقے ہیں۔ آئین میں دو فہرستیں دی گئی ہیں: فیڈرل لسٹ اور کنکرنٹ لسٹ۔ بقایا اختیارات صوبوں کے ہیں۔

صوبائی ساخت:

صوبائی گورنرز کا تقرر صدر وزیراعظم کے مشورے پر کرتے ہیں۔ منتخب وزیر اعلیٰ انتظامی اختیارات استعمال کرتے ہیں۔ صوبوں میں پارلیمانی نظام رائج ہے۔ صوبائی اسمبلیوں کا سائز مختلف ہوتا ہے:

میں: 2002
پنجاب 371
سندھ 168
سرحد 124
بلوچستان 65

کافی صوبائی خودمختاری کی ضمانت ہے۔ مضبوط مرکز کی روایت جاری ہے۔ مرکز کے پاس ہنگامی اختیارات ہیں۔ اگر صوبوں میں حکومت نہیں چل سکتی تو گورنر راج لگایا جا سکتا ہے۔ صوبے مالیات کے لیے مرکز پر منحصر ہیں۔

1: پالیسی کے اصول:

a پالیسی کے اصولوں میں اسلامی دفعات فراہم کی گئی ہیں۔ خارجہ پالیسی کے اصول بھی اسی عنوان کے تحت دیئے گئے ہیں۔

2: بنیادی حقوق:

a بنیادی حقوق آئین میں محفوظ ہیں اور ان کا نفاذ اعلیٰ ترین عدالت کے ذریعے ہوتا ہے۔

3: اسلامی احکام:

- a ریاست کا عنوان اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔
- کے ذریعے اسے 1985 میں آئین A-ب قرارداد مقاصد ابتدائی آئین میں تمہید تھی لیکن اٹھویں ترمیم کے آرٹیکل 2 میں داخل کر دیا گیا۔
- c اسلام کو پاکستان کا ریاستی مذہب قرار دیا گیا۔
- d مسلم کی تعریف ایک ترمیم کے ذریعے شامل کی گئی۔
- e پالیسی کے اصولوں میں کچھ اسلامی شقیں بھی شامل ہیں۔
- f اسلامی نظریاتی کونسل آئین کے تحت قائم کی گئی ہے۔
- جی وفاقی شرعی عدالت 1981 میں شامل کی گئی۔

4: قومی زبان:

a اردو کو قومی زبان قرار دیا گیا ہے، تاہم انگریزی کو سرکاری مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے جب تک کہ اس کی جگہ اردو کے لیے انتظامات نہ کیے جائیں۔

b صوبائی اسمبلی قومی زبان کے علاوہ صوبائی زبان کی تدریس، فروغ اور استعمال کے لیے اقدامات تجویز کر سکتی ہے۔

5: قومی سلامتی کونسل:

a قومی سلامتی کونسل کو 2002 میں مشاورتی صلاحیت میں شامل کیا گیا تھا۔

6: عدلیہ:

ایک آزاد عدلیہ آئین کے
تحت دی گئی ہے۔
سپریم کورٹ آف
پاکستان سب سے بڑی
عدالت ہے۔ ہر صوبے
میں **a**

ایک اور آزاد کشمیر میں ایک ہائی کورٹ قائم ہے۔ ہائی کورٹس کے تحت نچلی عدالتوں کا سلسلہ ہے۔
+++++

47

لیکچر 22

پاک 301

سیاسی تاریخ

I. 1947-1971

سے اب تک 1972 II

• پہلا حصہ: 1971-1947

I. 1947-58

II 1958-69

III 1969-71

(پہلے گیارہ سال (1947-58: 1)

پاکستان نے انتہائی مشکل حالات میں آزادی حاصل کی۔ اگلا کام ایک نئی ریاست کا قیام تھا۔ کوئی انتظامی ڈھانچہ نہیں تھا۔ فسادات، مہاجرین کا مسئلہ اور معاشی دباؤ نئی ریاست کے لیے چیلنج تھے۔ بھارتی حکومت کے منفی رویے اور کشمیر پر جنگ نے بھارت کے ساتھ تعلقات میں مسائل پیدا کر دیے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کو پہلے عبوری آئین کے طور پر اپنایا گیا۔ قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کے پہلے گورنر جنرل (جی جی) اور لیاقت علی خان، پہلے وزیراعظم (پی ایم) بنے۔

گورنر جنرلز:

1. ایم اے جناح اگست ستمبر 1947-ستمبر 1948
2. خ. ناظم الدین ستمبر 1948 تا اکتوبر 1951
3. غلام محمد اکتوبر 1951-اکتوبر 1955
4. اسکندر مرزا اکتوبر 1955 تا مارچ 1956

صدر:

1. اسکندر مرزا مارچ 1956-اکتوبر 1958

وزرائے اعظم:

1. لیاقت علی خان اگست 1947 تا اکتوبر 1951
2. خ. ناظم الدین اکتوبر 1951-اپریل 1953
3. محمد علی بوگرہ
(i) اپریل 1953 تا اکتوبر 1954 اکتوبر
(ii) اگست 1954-1955
4. چوہدری محمد علی اگست 1955 تا ستمبر 1956
5. سہروردی ستمبر 1956-اکتوبر 1957 H.S.
6. چندریگر اکتوبر 1957-دسمبر 1957 I.I.
7. فیروز خان نون دسمبر 1957 تا اکتوبر 1958

اہم مسائل

- آئین سازی
- صوبائی سطح پر انتخابات
- پنجاب، سرحد 1951
- سندھ 1953
- مشرقی بنگال 1954
- کی تشکیل 1955 میں ہوئی تھی۔ • ون یونٹ سکیم CAnd کو تحلیل کر دیا گیا اور 2 (CA) آئین ساز اسمبلی 1st اکتوبر 1955
- پانچ سالہ منصوبہ۔ 1st اکنامک مینجمنٹ، ایگریکلچر، انڈسٹریلائزیشن اور ایجوکیشن 1 میں نمٹا گیا ایک سوال تھا۔

Join VU Group: <https://chat.whatsapp.com/FLGrrO9rl2V3bwaZRvHES8>

سیاسی عدم استحکام تھا۔ کمزور اور قلیل مدتی حکومتوں نے پورے سیاسی نظام کو تہس نہس کر دیا۔

- سیاسی جماعتوں کے زوال نے سیاست دانوں کی بدنامی کی۔
- صوبائی سطح پر بھی عدم استحکام تھا۔

(دوسرا مرحلہ 1958-69: 2)

مارچnd مارشل لاء اکتوبر 1958 سے جون 1962 تک نافذ رہا۔ آئینی راج جون 1962 کو بحال ہوا اور 2 تک رہا۔ 1969 کو مارشل لاء۔ ایوب خان نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر (سی ایم ایل اے) اور صدر کا عہدہ سنبھالا۔ وہ 1960 میں ریفرنڈم کے ذریعے خود منتخب ہوئے اور جنوری 1965 میں صدارتی انتخابات کے ذریعے دوبارہ منتخب ہوئے۔

ایم پالیسی اقدامات

:ایوب حکومت کے ایم پالیسی اقدامات یہ تھے:

- انتظامی اصلاحات جن میں ناپسندیدہ اہلکاروں کو ہٹانا شامل تھا، جن کی تعداد 1662 تھی۔
- سیاسی سرگرمیوں پر پابندیاں۔ ای بی ڈی او نامی قانون کے تحت کرپشن اور دیگر الزامات کے تحت سیاسی رہنماؤں کو 6 سال تک سیاست میں حصہ لینے سے روک دیا گیا۔
- صنعتی ترقی اور سبز انقلاب کے لیے اقتصادی منصوبہ بندی کی گئی۔ تعلیمی اصلاحات۔
- آئین متعارف کرایا۔

ایوب خان کا زوال

پاک بھارت جنگ شروع ہوئی اور جنگ کے اختتام پر بھارت کے ساتھ تاشقند معاہدہ ہوا۔ لوگ اس معاہدے سے مطمئن نہیں تھے۔ انہوں نے 1965 کے انتخابی نتائج پر بھی ناراضگی ظاہر کی۔ معاشی ترقی کے پہلے عوام کی سطح پر تقسیم نہیں کیے گئے۔ قوم کی دولت چند ہاتھوں میں مرکوز تھی۔ اس سے لوگ مشتعل ہو گئے اور عوامی مطالبے کے نتیجے میں صدر کا استعفیٰ ہو گیا۔

(تیسرا مرحلہ 1969-71: 3)

ایوب خان نے اقتدار آرمی چیف یحییٰ خان کو سونپ دیا۔ انہوں نے مارشل لاء لگایا اور 1962 کا آئین منسوخ کر دیا گیا۔ اس نے

:کچھ فوری اقدامات کیے:

== افسران کی برطرفی 303 ==

== صوبے بحال ہوئے: 30 مارچ 1970 ==

== برابری کا خاتمہ ==

:بطور عبوری قانون مارچ 1970 میں جاری کیا گیا جس کے لیے بنیادی اصول فراہم کیے گئے (LFO) لیگل فریم ورک آرڈر ==

• آئین سازی۔

• انتخابات کے لیے قواعد و ضوابط۔

• اسمبلیوں میں نشستیں۔

(قومی اسمبلی 313 (300 سے زائد خواتین کی 13 نشستیں

ایسٹ پاک 162 پلس 7 کے لیے

مغربی پاک 138 جمع 6

عام انتخابات

:دسمبر 1970 میں عام انتخابات ہوئے تھے۔ انتخابی نتائج یہ تھے:

عوامی لیگ 160 جنرل سیٹیں

پاکستان پیپلز پارٹی 81 جنرل نشستوں پر

اقتدار کی منتقلی ایک بڑا مسئلہ بن گیا۔ تین سرکردہ رہنماؤں کے درمیان اقتدار کی منتقلی کے لیے مذاکرات کی ناکامی

نے 25 مارچ 1971 کو تصادم اور فوجی کارروائی کا آغاز کیا۔

بھارت نے انتہائی منفی کردار ادا کیا۔ اس نے مشرقی پاکستان پر حملہ کیا اور پاک بھارت جنگ شروع ہوئی جو مشرقی

پاکستان کی علیحدگی پر ختم ہوئی۔

پاک 301

(سیاسی تاریخ 1972-2003)

1. 1972-1977
2. 1977-1985
3. 1985-1999
4. 1999-2002
5. 2002 کے بعد
- 6.

1:1972-1977:

بھٹو نے 20 دسمبر 1971 کو اقتدار سنبھالا۔ پہلے وہ پاکستان کے صدر بنے اور پہلے سولین چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر Z.A. بھی۔

ایم پالیسیاں

پہلا کام آئین بنانا تھا۔ 1972 میں عبوری آئین منظور کیا گیا اور پھر پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر 1973 کا آئین منظور کیا۔
بھٹو صاحب کی بڑی پالیسی نیشنلائزیشن تھی۔ ان کی حکومت نے نیشنلائز کیا: 1. سوات میں زمرہ کی کانیں۔

2. کلیدی صنعتیں جیسے آئرن اینڈ اسٹیل، بنیادی دھاتیں، بیوی انجینئرنگ، بیوی الیکٹریکل، موٹر ویہیکلز اور 2. ٹریکٹر، بیوی اور بنیادی کیمیکل، پیٹرو کیمیکل، سیمنٹ، گیس، آئل ریفائنری وغیرہ۔
 3. میں لائف انشورنس 1972.
 4. میں بینک 1974.
 5. میں اسکول اور کالج۔ 1973 میں نیا یونیورسٹی آرڈیننس جاری کیا گیا۔ 6. انتظامی اور ذیلی 1972.
- ایجنسیاں ختم کر دی گئیں۔

لیبر پالیسی

نئی لیبر پالیسی کا اعلان کیا گیا جس میں محنت کش طبقے کو زیادہ حقوق اور رعایتیں دی گئیں۔

صحت کی پالیسی

نئی ہیلتھ پالیسی کے تحت عوام سے سستی ادویات اور سہولیات کا وعدہ کیا گیا تھا۔

انتظامی اصلاحات

ملک میں بدعنوانی کے خاتمے کے لیے انتظامی اصلاحات متعارف کرائی گئیں۔ سینکڑوں سرکاری ملازمین کو کرپشن کے الزام میں ہٹایا گیا۔

اصلاحات کے مسائل:

اصلاحات کا نقطہ نظر اچھا تھا لیکن ان کے نتائج عوام کی توقعات کے مطابق نہیں تھے۔ ابتدائی امید کی جگہ عدم اطمینان نے لے لی۔

کے انتخابات اور تحریک 1977

کے انتخابات کے نتیجے میں پیپلز پارٹی نے انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ لیکن مشترکہ اپوزیشن نے انتخابی 1977 نتائج میں بڑے پیمانے پر دھاندلی کا الزام لگایا۔ انہوں نے نئے انتخابات کا مطالبہ کیا۔ بھٹو شروع میں ضدی تھے لیکن بعد میں سمجھوتہ کی طرف مائل ہوئے لیکن تاریخ نے یو ٹرن لے لیا۔ جیسا کہ انہوں نے 1971 میں منتخب اکثریتی جماعت سے مذاکرات کرنے سے انکار کر دیا تھا، اب اپوزیشن نے سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا اور

مارشل لاء اور جمهوريت کا خاتمہ تھا۔

2: 1977-1985:

چیف آف آرمی سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے اقتدار سنبھالا اور مارشل لاء لگا دیا۔ انہوں نے آئین معطل کر دیا۔ یہ پاکستان کی تاریخ کا طویل ترین فوجی دور تھا۔ اپنی حکمرانی کو درست ثابت کرنے کے لیے ضیاء الحق نے اپنا ایجنڈا پیش کیا:

- موثر انتظامیہ
- اسلامائزیشن
- جمہوریت کی طرف واپس جائیں۔

ایم پالیسیاں:

ضیاء الحق نے پہلے 90 دن کے اندر انتخابات کا وعدہ کیا اور پھر اصلاحات کے بعد اس مدت کو بڑھا دیا۔ ان اصلاحات میں شامل ہیں:

معزول حکومت کا احتساب؛
سیاسی سرگرمیوں اور پریس پر پابندیاں۔

اسلامائزیشن:

نظام کی اسلامائزیشن کی اپنی راہ میں اس نے کچھ اسلامی گروہوں کے تعاون کے لیے بہت سے اقدامات متعارف کروائے۔

انہوں نے معاشرے میں اسلامی اقدار پر زور دینے کے لیے آئینی اور قانونی تبدیلیاں بھی متعارف کروائیں۔ اس نے قائم کیا:

- میں قائم ہونے والے شرعی بنچ۔ 1979
- وفاقی شرعی عدالت 1981 میں قائم کی گئی۔
- اسلامی سزائیں متعارف کروائیں؛

باتھ کائنا، سنگسار کرنا اور کوڑے مارنا وغیرہ۔

سود سے پاک بینکنگ کا آغاز 1981 میں منافع اور نقصان کے اشتراک کے اصول پر کیا گیا تھا۔ بچت۔

کھاتوں اور سرمایہ کاری پر کٹوتی زکوٰۃ۔

عشر 1983 میں زرعی پیداوار پر عائد کیا گیا تھا۔

گریجویٹن تک تمام کلاسوں کے لیے پاکستان اسٹڈیز اور اسلامیات کے ساتھ نصاب کے اسلامی کردار کے ساتھ نئی تعلیمی پالیسی۔

ذرائع ابلاغ کی اسلامائزیشن؛

دفاتر اور محلہ میں نماز کا وقفہ متعارف کرایا گیا۔ نماز نماز کے آرڈیننس کی تعمیل کے لیے کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔

پاکستان بت المال کا قیام عمل میں آیا۔

جمہوریت کی طرف لوٹ آئیں

جمہوریت کی واپسی کے لیے ضیاء الحق نے درج ذیل اقدامات کیے:

1. بلدیاتی انتخابات، 1979۔
2. دسمبر 1984 کو ضیاء الحق کو اگلے پانچ سال کے لیے صدر منتخب کرنے کے لیے ریفرنڈم کرایا گیا۔
3. پھر انہوں نے فروری 1985 کو غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کرائے۔

51

تشکیل دی گئی اور ایک سویلین حکومت قائم کی گئی۔ 5. سب سے زیادہ متنازعہ 8 کے ساتھ مارچ (NA) نئی قومی اسمبلی 4.

1985 کے آئینی آرڈر کی بحالی آئینی ترمیم پیش کی گئی۔

6. مارشل لاء کا خاتمہ، 30 دسمبر 1985۔

سویلیں رول 1985-1999: 3

کا شکار B جمہوریت بحال ہوئی لیکن کوئی سویلیں حکومت اپنی پانچ سال کی مدت پوری نہ کر سکی اور 8 کے 58-2 ہو گئی۔ اس ترمیم کی وجہ سے صدر قومی اسمبلی کو تحلیل کر سکتا ہے اور منتخب حکومت کو برطرف کر سکتا ہے۔

1۔ جونجو مارچ 1985 تا مئی 1988

2۔ نظیر بھٹو نومبر 1988 تا اگست 1990

3۔ نواز شریف اکتوبر 1990 تا جولائی 1993

4۔ بینظیر بھٹو اکتوبر 1993 تا نومبر 1996

5۔ نواز شریف فروری 1997 تا اکتوبر 1999

منصفانہ انتخابات کے انعقاد کے لیے عبوری وزیر اعظم مقرر کیے گئے تھے۔

1۔ غلام مصطفیٰ جتوئی: اگست نومبر 1990

2۔ بلکھ شیر مزاری: اپریل مئی 1993

3۔ ڈاکٹر معین قریشی: جولائی-اکتوبر 1993

4۔ ملک معراج خالد: نومبر 1996 تا فروری 1997

شہری حکومت نے عوام کی بہبود اور بہتری کے لیے پالیسیاں اپنائیں لیکن کئی وجوہات کی بنا پر ان کے اثرات مرتب ہوئے۔

• اتحاد برقرار رکھنے کا مسئلہ؛

• کمزور سیاسی جماعتیں، جنہوں نے حکومت کو کمزور کیا۔

• زیادہ تصادم؛

• کرپشن اور ریاستی وسائل کے غلط استعمال کی شکایات۔

4: 1999-2002:

میں وزیر اعظم کے دفتر میں اقتدار کو مرکوز کرنے کی سویلیں حکومت کی کوشش کے خلاف دوبارہ فوجی 1999 حکمرانی نافذ کر دی گئی۔ نواز حکومت نے تمام شاخوں پر مکمل کنٹرول کے لیے سیاسی اور آئینی تبدیلیاں متعارف کروائیں۔

نواز حکومت کی جانب سے آرمی چیف کو ہٹانے کی کوشش، جب وہ ملک سے باہر تھے اور سری لنکا کے دورے سے واپس آ رہے تھے، بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ جنرل مشرف نے ملک کے چیف ایگزیکٹو کا عہدہ سنبھالا اور آئین کو معطل کر دیا۔ مارشل لاء کا اعلان نہیں ہوا۔ فوجی عدالتیں قائم نہیں ہوئیں۔ سیاسی اور پریس کی آزادی برقرار رہی۔

سیاسی ترجیحات:

جنرل مشرف نے اپنی سیاسی ترجیحات کا اعلان کر دیا:

• قومی اعتماد اور حوصلے کی تعمیر نو؛

• فیڈریشن کو مضبوط کرنا؛

• بین الصوبائی انتشار کو دور کریں؛

• قومی ہم آہنگی کی بحالی؛

52

• معیشت کی بحالی اور سرمایہ کاروں کے اعتماد کی بحالی؛

• امن و امان کی صورتحال میں بہتری اور انصاف کی فراہمی؛

• ریاستی اداروں کو غیر سیاسی بنانا اور اقتدار کی منتقلی؛

• تیز رفتار اور بورڈ بھر میں احتساب۔

جنرل مشرف نے ان مقاصد کے حصول کے لیے درج ذیل پالیسیاں وضع کیں۔ احتساب اور ریاست کی لوٹی ہوئی دولت کی واپسی؛

زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ اور ری شیڈولنگ کے ذریعے بین الاقوامی قرضوں کے بوجھ کو کم کرنے کے ذریعے • معیشت کی بحالی؛

غربت میں کمی اور سماجی ترقی۔ •

جنرل مشرف نے نیا بلدیاتی نظام متعارف کرایا، اختیارات ضلعی حکومت کو سونپے۔
جمہوریت میں واپسی کے عمل میں انہوں نے کہا:

1. ریفرنڈم، اپریل 2002۔

2. (LFO) متعارف کرایا گیا لیگل فریم ورک آرڈر۔

3. کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے عام انتخابات منعقد ہوئے۔ 4. آئین کا احیاء۔ 10۔

5. صوبوں اور مرکز میں سولین حکومتیں تشکیل دی گئیں۔

سولین راج قائم ہوا: 5

نئے سیٹ اپ میں مشرف وردی میں صدر ہیں۔ میر ظفر اللہ خان جمالی مخلوط حکومت کے سربراہ تھے۔ تین صوبوں میں مسلم لیگ (ق) کی حکومت ہے اور صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کی حکومت کامیابی سے کام کر رہی ہے۔ اُنہی جمہوری حکمرانی کے بتدریج استحکام کی امید کرتے ہیں۔

محلے 3

جغرافیہ اور لوگ: 1

پاکستان جب 14 اگست 1947 کو معرض وجود میں آیا تو دو بازوؤں پر مشتمل تھا۔ مشرقی پاکستان 1971 میں الگ ہوا۔ 1971 کے بعد یا آج کا پاکستان جنوبی ایشیائی برصغیر کے شمال مغربی حصے میں واقع ہے۔ اس نے برصغیر میں اپنا امتیاز برقرار رکھا ہے۔ وادی سندھ کی تہذیب 2500-1600 قبل مسیح تک پرانی ہے۔ بڑیہ اور موہنجو داڑو کے آثار قدیمہ اس حقیقت کا واضح ثبوت ہیں۔ آریائی پہلے اس سرزمین پر آئے اور اس کے بعد وسطی ایشیا اور افغانستان سے اسلام اور مسلمان آئے۔ مسلمانوں کی حکومت تقریباً ایک ہزار سال تک جاری رہی۔ پھر مسلم سلطنت کے زوال نے برطانوی راج کی راہ ہموار کی، جس کا خاتمہ ہندوستان اور پاکستان کی دو آزاد ریاستوں کے قیام کے ساتھ ہوا۔

مقام:

پاکستان 24_37 ڈگری شمالی عرض البلد 61_75 ڈگری مشرقی طول البلد کے درمیان واقع ہے۔ علاقہ

اس کا رقبہ 796,095 مربع کلومیٹر ہے۔

علاقہ فیصد

(ہزار میں)

بلوچستان 43.61 347.2

پنجاب 25.81 205.3

سندھ 17.71 140.9

NWFP 74.6 9.4

سامنے 3.4 27.2

اسلام آباد 0.1 0.9

علاقے کی نوعیت میں تنوع:

شمال اور شمال مغرب: اس میں ہمالیہ کے پہاڑ اور عبور ہمالیائی سلسلوں، کورا کریم اور پامیر شامل ہیں، جن میں کچھ بلند ترین چوٹیاں جیسے کے ٹو، نانگا پربت وغیرہ شامل ہیں۔ مغرب: بلوچستان کا سطح مرتفع تقریباً 1000 فٹ بلندی پر ہے اور اسے شمال مشرق سے جنوب مغرب کی طرف خشک پہاڑوں سے عبور کرتے ہیں۔ یہاں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ سندھ کا میدانی علاقہ: وادی سندھ کے وسط میں اہم زرعی علاقہ۔ پوٹھوہار سطح مرتفع سندھ کے بالائی میدانوں کے مشرق میں ہے۔

سندھ کے میدانی علاقوں کے جنوب مشرق میں صحرائے تھل، چولستان اور تھر موجود ہیں۔ 54.

آب و ہوا:

پاکستان کی آب و ہوا متنوع ہے۔ شمال، شمال مغربی پہاڑ سردیوں میں انتہائی سرد لیکن گرمیوں میں ہلکے ہوتے ہیں۔ سندھ کے میدانی علاقے گرمیوں میں انتہائی گرم ہوتے ہیں لیکن سردیوں میں سرد اور خشک ہوتے ہیں۔ ساحلی علاقوں میں معتدل آب و ہوا ہے۔ ہر علاقے میں کچھ تغیرات ہیں۔ چار موسم

موسم گرما: مئی سے ستمبر

موسم سرما: نومبر سے فروری

بهار: مارچ اپریل

خزاں: ستمبر-اکتوبر

:بارش

:یہ خطے کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ بارش کا اہم موسم موسم گرما یعنی مون سون ہے۔ آبادی

پاکستان کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ 1970 سے 1990 کی دہائی کے اوائل میں شرح نمو 3 فیصد سے زیادہ ریکارڈ کی گئی۔ حکومت کے متعدد اقدامات کی وجہ سے اب کمی آئی ہے لیکن پھر بھی یہ خطے کے دیگر ممالک کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ مردم شماری ہر دس سال بعد ہوتی ہے۔
1951، 1961، 1972، 1981، 1998

سال کی آبادی میں سالانہ اضافہ

ملین فیصد میں

1951 36.2 ---

1961 46.2 2.80

1972 65.3 3.10

1981 84.3 3.06

1998 130.6 2.61

میں آبادی کا تخمینہ 160 ملین سے زیادہ ہے۔ 2006

:آبادی کی اہم خصوصیات

- فیصد سے زیادہ آبادی کی عمر 21 سال سے کم ہے۔ اس آبادی کا ایک بڑا حصہ انحصار کرتا ہے۔ 50
- سال سے زیادہ عمر کے لوگوں کو اس میں شامل کریں۔ 65
- تقریباً 30 فیصد آبادی شہری علاقوں میں رہتی ہے۔
- شہری علاقوں کی طرف ہجرت کیوں: تعلیم، نوکریاں، سہولیات وغیرہ۔
- شہری کاری کے اثرات: خراب شہری حالات، تعلیم، صحت، رہائش، ٹاؤن پلاننگ وغیرہ۔
- صوبائی آبادی۔

پنجاب 56-57 فیصد

23 فیصد ہیں۔

فیصد 14 NWFP

بلوچستان 5.3 فیصد

کم شرح خواندگی: سرکاری خواندگی کی شرح 46 فیصد ہے لیکن عملی خواندگی کی شرح اس سے بھی کم ہے۔

55

- خواتین کی شرح خواندگی بہت کم ہے۔ بلوچستان کے بعض علاقوں میں خواتین کی خواندگی برائے نام اور نہ ہونے کے برابر ہے۔
- آبادی کے اعداد و شمار کیوں اہم ہیں۔ منصوبہ بندی اور ترقی، سماجی و اقتصادی ترقی اور غربت کے خاتمے وغیرہ کے لیے۔
- پاکستان میں سماجی ترقی کے اشاریے خراب ہیں۔ آبادی کے لیے کسی مثالی شخصیت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ یہ وسائل پر منحصر ہے۔ زیادہ آبادی اثاثہ کے ساتھ ساتھ ذمہ داری بھی ہے کیونکہ ہم انہیں کھانا نہیں دے سکتے۔
- صحت کی دیکھ بھال، خاندانی منصوبہ بندی اور تعلیم کے میدان میں حکومت کے ساتھ ساتھ غیر سرکاری تنظیموں کی طرف سے آبادی کو منظم کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

:حدود 2:

پاکستان کی سرحدیں چار ممالک سے ملتی ہیں۔

شمال مشرق میں چین: شمالی علاقہ جات میں تقریباً 600 کلومیٹر طویل سرحد سلک روٹ تجارت اور سفر

Join VU Group: <https://chat.whatsapp.com/FLGrrO9rl2V3bwaZRvHES8>

افغانستان: شمال اور شمال مغرب تقریباً 1200 میل۔ ڈیورنڈ لائن نومبر 1893 کو دونوں پڑوسیوں کے درمیان سرحد کے طور پر کھینچی گئی تھی۔

مغرب میں ایران کوہِ ملک سیاہ سے گوادر تک تقریباً 590 میل کی سرحد ہے۔*مشرق میں ہندوستان کی سرحد تقریباً 1400 میل ہے جو اگست 1947 میں قائم ہوئی تھی۔

ہم کشمیر میں ایل او سی پر بھی بھارت کا سامنا کرتے ہیں، سب سے زیادہ شورش زدہ سرحد جس میں شاید ہی کوئی قدرتی رکاوٹیں ہوں، انتہائی غیر مستحکم اور غیر محفوظ

جنوب: بحیرہ عرب، ساحلی پٹی 450 میل۔ رن آف کچھ بھارتی سرحد سے مغرب میں ایرانی سرحد تک۔ پھیلا ہوا ہے۔

پاکستان تزویراتی لحاظ سے اہم خطے میں واقع ہے۔ یہ عالمی مفادات کا مرکز ہے۔ چین اور روس جیسی تمام بڑی طاقتوں کے لیے یہ اہم ہے۔ امریکہ چین اور روس دونوں پر نظر رکھنے کے لیے اپنے مفادات کو برقرار رکھتا ہے۔ یہ افغانستان کے راستے وسطی ایشیائی مسلم ریاستوں کے گیٹ وے پر ہے۔ اس کے دوسری طرف خلیجی خطہ کا بیرونی خطہ ہے جہاں تیل کے وسیع وسائل اور معاشی دولت ہے۔ پاکستان کے ان ریاستوں کے ساتھ قریبی برادرانہ تعلقات ہیں۔ اب تیل اور گیس کی پائپ لائنیں پاکستان سے گزرنے کا منصوبہ ہے۔ یہ خطے میں اقتصادی تعاون کا ایک نیا آغاز ہو گا۔

56

اور جانور۔ زرعی زمینیں ملک کی ترقی اور خوشحالی کی کلید رکھتی ہیں۔

کسی ملک کی ترقی اور خوشحالی کی شرح اس سے استفادہ کرنے کی کوششوں پر منحصر ہے۔ ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے موثر انتظام اور انسانی کوششوں کی ضرورت ہے۔ اس سے استفادہ کرنے کے لیے جدید ٹیکنالوجی کی بھی ضرورت ہے۔

معدنی وسائل:

پاکستان کو معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔ ان میں سے کچھ کو تلاش کیا گیا ہے لیکن مزید کی تلاش کے لیے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ کچھ اہم وسائل یہ ہیں: * خام لوہا صنعت، خاص طور پر سٹیل کی صنعت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ محدود مقدار میں پایا جاتا ہے۔

کم معیار۔ لوہے کی زیادہ تر ضرورت بیرون ملک سے درآمد کی جاتی ہے۔ اس کے ذخائر چترال، چاغی، کوہاٹ، کرم ایجنسی، مردان، ہزارہ، میانوالی (کالاباغ) اور ڈی جی خان میں پائے جاتے ہیں۔

کرومائیٹ: دیگر دھاتوں کی تیاری، چمڑے کی رنگت، سٹیل کی مصنوعات بنانے، اسلحہ سازی اور سٹینلیس سٹیل میں استعمال ہوتا ہے۔ کرومائیٹ کے ذخائر زوآب (مسلم باغ)، چاغی، مالاکنڈ، مہمند، وزیرستان، قلعہ سندمان وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

جسپم کا استعمال پلاسٹر آف پیرس، پیٹ اور سیمنٹ کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہ جہلم، میانوالی، ڈی جی خان، کوہاٹ اور لورالائی میں پایا جاتا ہے۔

سلفر کیمیائی صنعت میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کے ذخائر قلات، خیرپور، مردان اور جیکب آباد وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔ کوئلہ بجلی کی پیداوار میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ بنیادی طور پر ایندھن کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ یہ اچھی مقدار اور معیار میں نہیں ملتی۔ یہ زیادہ تر سندھ (ٹھٹھہ، تھریارکر، منارہ)، بلوچستان (دیگاری، شریگ، سور، خوست، مارچ، برنائی)، پنجاب (مکروال، ڈنڈوٹ)، سرحد (چیرات اور نوشہرہ) میں پایا جاتا ہے۔

نیل: یہ توانائی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ یہ زیادہ تر ایران اور خلیجی ریاستوں سے درآمد کیا جاتا ہے۔ اب کچھ قیمتی ذخائر جہلم، میانوالی، اٹک، بلکاسر، میال، چکوال اور ڈھوٹک میں پائے جاتے ہیں۔

57

گیس: یہ خود توانائی اور ایندھن کا ذریعہ ہے، اور بجلی پیدا کرنے کے ذریعہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ سوئی، ماڑی، اچ، خیرپور، جیکب آباد وغیرہ میں پایا جاتا ہے، اب کچھ نئی دریافتیں بھی ہونی ہیں۔

یورینیم: یہ ایٹمی طاقت کے لیے بنیادی عنصر ہے، جو دفاع کے لیے ناگزیر ہے۔ اس کے ذخائر ڈی جی خان، ہزارہ اور کوہاٹ میں ہیں۔

ندیاں:

پاکستان کا دریائی نظام سندھ اور دیگر متعلقہ دریاؤں پر مشتمل ہے۔ ہمارے پاس ایک اچھی طرح سے متعین نہری نظام ہے۔ سب سے اہم انڈس بیسن منصوبہ ہے۔ ہمیں جس چیز کی ضرورت ہے وہ پانی کا مناسب انتظام، اس کا تحفظ، موثر استعمال، ذخیرہ، ڈیم اور سیلاب کو کنٹرول کرنا۔ پانی زیادہ ہو تو خطرناک ہے، بہت کم ہو تو مسئلہ بن جاتا ہے۔ اسے زراعت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جہاں یہ زرعی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ یہ پن بجلی پیدا کرنے کا سب سے سستا ذریعہ بھی ہے۔

جنگلات:

عام طور پر کسی ملک کا 25 فیصد رقبہ جنگلات سے ڈھکا ہونا چاہیے۔ لیکن پاکستان میں یہ صرف 4 سے 5 فیصد ہے۔

کچھ علاقے شجرکاری کے لیے موزوں نہیں ہیں جیسے صحرا اور خشک پہاڑ۔ اس کی وجہ پانی اور بارش کی کمی ہے۔ جنگلات کی کٹائی بھی درختوں کی غیر منصوبہ بند کٹائی کی وجہ سے ہے۔

فوائد:

جنگلات کے بہت سے فوائد ہیں۔ یہ موسم کی بہتری میں مددگار ہیں۔ آندھی کے طوفان سے بچاؤ، سیلاب کو روکنے کے

لیے برف کو آہستہ سے پگھلنے میں مدد کریں۔ وہ ماحول میں بریالی، خوبصورتی اور تازہ ہوا کا اضافہ کرتے ہیں۔ پودے خوراک،

ادویات، لکڑی، کیمیکل اور کھاد کا ذریعہ ہیں۔ وہ جانوروں، پرندوں اور کیڑوں کے گھر ہیں۔ وہ ایندھن کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔

جانور:

جانور دودھ، گوشت، کھالیں، اون وغیرہ فراہم کرتے ہیں۔ یہ زراعت اور نقل و حمل کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ وہ زرمبادلہ کمانے کا ذریعہ ہیں۔ ان کی مناسب افزائش کے لیے منصوبہ بندی اور دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔ جانوروں کی افزائش نسل اور ان کا علاج کرنے کے لیے مویشی پالنے اور تحقیق کے کالج قائم کیے گئے ہیں۔ محکمہ لائیو سٹاک نجی اور سرکاری منصوبوں کے ذریعے جانوروں کی پرورش کے لیے سپورٹ سسٹم بھی فراہم کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے سرکاری فارم اور ملٹری فارمز بھی کام کر رہے ہیں۔

ماہی پروری:

یہ خوراک اور آمدنی کا ذریعہ بھی ہے۔ ماہی گیری کا محکمہ بھی نجی کسانوں کو اس شعبے میں سرمایہ کاری کرنے اور ذاتی اور قومی دولت میں اضافہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

زراعت: 2:

پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ اس کی 70 فیصد سے زیادہ آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے۔ 50 فیصد سے زیادہ براہ راست کاشتکاری یا زراعت پر مبنی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ جی ڈی پی میں زراعت کا حصہ 26 فیصد ہے۔ پنجاب اور سندھ میں میدانی علاقے بہت بڑے ہیں۔ سیراب شدہ کھیتی باڑی ہیں۔ دو بڑی فصلیں ایک سال میں حاصل ہوتے ہیں۔ نصف اکتوبر-نومبر میں بویا جاتا ہے اور پیداوار اپریل مئی میں حاصل ہوتی ہے۔ اہم پیداوار گندم، چنا، تیل کے بیج (a) ہیں۔

58

ب) خریف: مئی جون میں بویا جاتا ہے اور اکتوبر نومبر میں پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ اہم فصلیں چاول، گنے، کپاس) وغیرہ ہیں۔ اہم فصلیں: گندم، چاول، کپاس، گنے، چنے، مکئی، سرسوں، تمباکو، تیل کے بیج، پھل اور سبزیاں۔ لینڈ ریفرمز مختلف حکومتوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً متعارف کرایا جاتا ہے: 1959، 1972 اور 1977 میں۔ اس کا مقصد زمینوں پر قبضے کو کم کرنا اور کرایہ داروں کی پوزیشن کو مضبوط کرنا تھا۔ یہ فی ایکڑ پیداوار کو بہتر بنانے اور زراعت کے میدان میں غربت کے خاتمے کے لیے کیا گیا تھا۔

زراعت کے مسائل:

بماری زراعت میں بہت سے مسائل ہیں، مثال کے طور پر

1. کاشت کے پرانے طریقے، جو کم فی ایکڑ پیداوار کا سبب بنتے ہیں۔
2. وائر لاگنگ اور نمکیات۔

ان پر 1960 کے وسط سے توجہ دی جا رہی ہے۔

فصل کی بیماریاں بڑا مسئلہ ہیں۔ محکمہ زراعت کی طرف سے تکنیکی مدد فراہم کی جا رہی ہے۔ اس نے مسئلے پر قابو پانے میں مدد کی۔ ہمارے آدانوں میں معیار کا مسئلہ ہے، جس کی وجہ سے مارکیٹ میں قیمتیں کم ہیں۔ دیگر رکاوٹیں کم معیار کے بیج، مہنگی کھاد، ٹیوب ویل کے لیے بجلی یا تیل کی عدم دستیابی وغیرہ ہیں۔

4. پانی سے متعلق مسئلہ، بعض اوقات یہ بہت کم ہوتا ہے، لیکن بعض اوقات بہت زیادہ ہوتا ہے۔ نہر کے آخر میں پانی فراہم کرنے کے لیے نہروں کی صفائی بھی ضروری ہے۔

کریڈٹ کی سہولیات بھی مسائل کا شکار ہیں۔ 5.

کسانوں کی فلاح و بہبود اور فصل کی زیادہ پیداوار کے لیے مناسب قیمت کی دستیابی کو یقینی بنایا جائے۔ 7.

بہتر پیداوار دینے والے اعلیٰ پیداوار والے بیجوں کی نشوونما کے لیے تحقیق کی جاتی ہے۔ عام کسان کو زراعت کے شعبے میں ہونے والی پیشگی تحقیق کے ثمرات سے لطف اندوز ہونے کے لیے معلومات اور رہنمائی فراہم کی جا رہی ہے۔ پاکستان کے مختلف حصوں خصوصاً فیصل آباد اور جامشورو میں یونیورسٹی کی تعلیم تیار کی گئی ہے۔ عملی میدان میں جدید ٹیکنالوجی پر زور دیا جاتا ہے۔

مواصلات اور نقل و حمل کی سہولیات میں اضافہ ہوا ہے۔ حکومت کسانوں کو ان کی پیداوار کی فوری ادائیگی یق

59

- 1۔ اہمیت
- 2۔ تاریخی جائزہ
- 3۔ بڑی صنعتیں
- 4۔ مستقبل کی سمت

صنعت کاری معاشی ترقی اور مجموعی خوشحالی کی کلید ہے۔ اس کے بغیر کوئی معیشت ترقی نہیں کر سکتی۔ یہ ایک مضبوط اور مستحکم معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ یہ ریاست کی جدیدیت اور ترقی کی بنیاد ہے۔ صنعت کاری سے ریاست کی بین الاقوامی حیثیت میں مدد ملتی ہے۔ صنعت اور ٹیکنالوجی ایک ساتھ چلتے ہیں۔ اس سے تجارت میں اضافہ ہوتا ہے اور زرمبادلہ کی بچت ہوتی ہے۔ صنعت کاری کسی قوم کے لیے خود انحصاری لاتی ہے۔ یہ زراعت کے لیے بھی ضروری ہے۔ زراعت خام مال مہیا کرتی ہے اور صنعت کے لیے ان پٹ اور آؤٹ پٹ تیار مال ہے۔

صنعت کاری سے معیار زندگی بہتر ہوتا ہے، غربت میں کمی میں مدد ملتی ہے، اور روزگار کی سہولیات فراہم ہوتی ہیں۔

صنعت کاری کا ملک کے دفاع اور سلامتی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔2: تاریخی جائزہ

میں پاکستان کو وراثت میں بہت چھوٹا صنعتی ڈھانچہ ملا۔ ہندوستان کی صنعت کا صرف 4 فیصد پاکستان کے 1947 علاقوں میں تھا۔ یہ روزمرہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ناکافی تھا۔ ابتدائی طور پر شوگر ملز، بسکٹ فیکٹریاں، سگریٹ فیکٹریاں، آئل مل، سیمنٹ یونٹ، ماچس فیکٹری، اسٹیل رولنگ، اور شیشے کے کام کرنے والی فیکٹریاں لگائی گئیں۔

1. صنعت مقامی خام مال پر مبنی ہوگی۔
2. لوگوں کی فوری ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اشیائے صرف تیار کی جائیں۔ 3. نجی اقدام کی حوصلہ افزائی کی جائے۔
4. ریاست کے ذریعے اس عمل میں شامل ہونا ہے: سہولت اور مدد، مالی مدد، ٹیکس مراعات، حفاظتی ٹیرف وغیرہ۔ اس نے
صنعت کے قیام میں براہ راست کردار ادا کیا۔ 5. تربیت اور تحقیق کی سہولیات فراہم کی جائیں گی۔
انڈسٹریل ڈیولپمنٹ بورڈ 1948 میں تشکیل دیا گیا تھا۔ 1955، 1960، 1965-70 کے تمام پانچ سالہ منصوبوں میں نجی
شعبے اور تیزی سے صنعت کاری پر زیادہ زور دیا گیا تھا۔ اس نے مجموعی اقتصادی ترقی میں اضافہ کیا۔

اداره جاتی انتظامات

- میں ایک قانون کے تحت قائم کی گئی تھی۔ اس نے ایسی صنعت کے 1950 (PIDC) پاکستان انڈسٹریل ڈویلپمنٹ کارپوریشن قیام کی حوصلہ افزائی کی جو نجی شعبے کے لیے کم پرکشش تھی۔ ابتدائی طور پر 15 صنعتوں کی نشاندہی کی گئی۔
- میں قائم کیا گیا تھا۔ اس نے درمیانے اور چھوٹے سرمایہ کاروں کو 1961 (IDBP) انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بینک آف پاکستان۔
- پاک انڈسٹریل کریڈٹ اینڈ انویسٹمنٹ: PICIC: رعایتی شرحوں پر صنعتی منصوبوں کے لیے قرض کی سہولیات فراہم کیں۔
- کارپوریشن کا قیام صنعت کے قیام کے لیے قرضوں اور کریڈٹ کی سہولیات بشمول زرمبادلہ کی سہولت فراہم کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔ اس نے سرمایہ کاری کی اسکیمیں بھی شروع کیں۔
- انوسٹمنٹ پروموشن بیورو 1959 ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کاری کے فروغ اور سرمایہ کاروں کو مشورے اور رہنمائی فراہم کرنے اور انہیں ضروری مدد فراہم کرنے کے لیے تشکیل دیا گیا تھا۔
- قائم کیے گئے۔ ICP، NDFC، NIT دیگر ادارے جیسے۔
- بیرونی مالیاتی اور تکنیکی مدد عالمی بینک، آئی ایم ایف، اور کولمبو پلان وغیرہ کی طرف سے دو طرفہ اور کثیر جہتی۔
- دونوں طرح سے فراہم کی گئی۔

بستر کی دیہاتی کی نیشنلائزیشن:

پیپلز پارٹی کی نئی جمہوری حکومت نے اقتدار سنبھالنے کے بعد نیشنلائزیشن کی پالیسی اپنائی۔ دس بنیادی صنعتوں کو قومیایا لیا گیا۔ بعد میں کچھ اور لوگوں کو بھی لے لیا گیا۔

60

ریاستی کردار زیادہ ہے۔ ابتدائی خوشی ختم ہوئی اور صنعتی پیداوار متاثر ہوئی۔ اس کی وجہ سے ملک سے سرمائے کی پرواز بھی ہوئی۔

دیہاتی کے اوائل سے 1990

دیہاتی میں حکومتوں کی پالیسی بدل گئی۔ 1990 کی دیہاتی سے پیپلز پارٹی سمیت تمام حکومتوں نے غیر 1990 ملکی اور نجکاری کی پالیسی پر عمل کیا۔ وہ آزاد معیشت، غیر ملکی سرمایہ کاری، غیر سرکاری اقدامات، غیر ملکی براہ راست اور ملک سے باہر آباد پاکستانیوں کی سرمایہ کاری کو فروغ دے رہے ہیں۔ (FDI) سرمایہ کاری

بڑی صنعتیں: 3:

- **ٹیکسٹائل:** یہ زراعت پر مبنی ایک بڑی صنعت ہے، بھاری ٹیکسٹائل انڈسٹری گھریلو اور بیرونی مارکیٹ کو پورا کرتی ہے۔ بڑے مراکز فیصل آباد، ملتان، لاہور اور کراچی ہیں۔ اونی کیڑا کراچی، لارنس پور، برنائی، قائد آباد، ملتان اور بنوں میں تیار کیا جاتا ہے۔
- **شکر:** پاکستان نے اس صنعت میں بہت ترقی کی ہے۔ یہ ایک کھانے کی چیز ہے؛ زراعت پر مبنی صنعت، سندھ، پنجاب اور سندھ میں واقع ہے۔
- **سیمنٹ:** یہ صنعت بڑی توسیع سے گزری ہے۔ پبلک اور پرائیویٹ سیکٹر میں 20 سے زائد فیکٹریاں قائم ہیں جو پاکستانی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ پھر بھی اسے محدود مقدار میں درآمد کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر سائٹس ڈنڈوٹ، داؤد خیل، واہ، روڑی اور کراچی میں ہیں۔
- **سبزی گھی:** کھانا پکانے کا تیل ایک اہم غذائی شے ہے۔ نجی اور سرکاری دونوں شعبوں میں سالوں کے دوران بہت زیادہ توسیع ہوئی ہے۔ اب ہم خود کفیل ہیں، حالانکہ کوکنگ آئل بنانے کے لیے کچھ خام مال درآمد کیا جاتا ہے۔ تقریباً 60 یونٹس سندھ، پنجاب اور سرحد میں ہیں۔
- **لوہا اور فولاد:** کراچی کے قریب اسٹیل مل سابق سوویت یونین کی مدد سے قائم کی گئی تھی۔ سب سے بڑا مسئلہ خام مال کا تھا۔ پاکستان میں پائے جانے والے خام لوہے کی کوالٹی بہت خراب ہے۔ پاکستان کے مختلف حصوں میں اسٹیل رولنگ یونٹس اور لوہے سے متعلق کارخانے موجود ہیں۔
- **کاغذ:** کاغذ کی بڑی صنعت مشرقی پاکستان میں تھی جو 1971 میں ختم ہو گئی تھی۔ 1971 کے بعد ہمیں مقامی طور پر تیار کردہ کاغذ کی قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ اب یہ صنعت نوشہرہ، چارسدہ، گوجرانوالہ، لاہور اور گھارو میں قائم ہے۔ کچھ معیاری کاغذ درآمد کرنا پڑتا ہے۔
- **چینی تعاون سے قائم کیا گیا HMC** ٹیکسلا اس مقصد کو پورا کرتا ہے۔ (HMC) **مشین کے آلات:** بیوی مکینیکل کمپلیکس تھا۔
- **مشینری، صنعتی سامان، انجینئرنگ کا سامان، انجن، چینی، سیمنٹ، اور کھاد کی صنعت کے لیے مشینری یہاں تیار کی جاتی ہے۔**
- **دفاعی صنعت:** واہ آرڈیننس کمپلیکس ہتھیاروں اور اسلحے کے لیے قائم ہے۔ ایچ ایم سی ٹینک ری بلڈ فیکٹری بنا رہا ہے۔ بھی تیار کر رہا ہے۔ K-8، اور میراج کی دوبارہ تعمیر کی۔ یہ ماسک F-6 کامارا اینر کرافٹ نے فیکٹری کی بحالی
- **دیگر اہم صنعت:**
- **کھاد، تمباکو اور سگریٹ، آئل ریفائنریز، کاروں اور ٹریکٹروں کی پیداوار، جہاز سازی:** کراچی شپ یارڈ، شپ بریکنگ۔
- **کاشتکاری:**
- **چھوٹے پیمانے پر قائم ہونے والی صنعتیں، جن میں گھریلو یا کم تعداد میں لوگ شامل ہوں، محدود وسائل کا استعمال،**

کم سرمایہ کاری ہو، چھوٹی یا کائیج انڈسٹریز کہلاتی ہیں۔ جی، قالین، کھیلوں کا سامان، کھلونے، پاور یا بینڈلوم،

4: مستقبل کی سمتیں

88888888888888888888888888888888888888888888888888888888888888

پاک 301

پاکستان میں تعلیم

بڑے علاقوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

1. اہمیت
2. تعلیمی مسائل
3. تعلیم کی اقسام

تعلیم کی اہمیت 1

تعلیم فرد، معاشرے اور ریاست کی ترقی کی کنجی ہے۔ یہ افراد کی قدرتی خصوصیات اور صلاحیتوں کو تشکیل دینا ہے۔ اس کا خاندان اور معاشرے میں مثبت تعلق ہے۔ یہ شہریوں کو ماحول سے نمٹنے کے لیے اعتماد، مقصد کا احساس بھی فراہم کرتا ہے۔ تعلیم ایک مقصد کی سمت فراہم کرتی ہے اور دوسروں کو تعلیم دے کر ان کے لیے مددگار ہوتی ہے۔ تعلیم ملازمت اور پیشوں کا حق فراہم کرتی ہے۔ یہ شہریوں کو ان کے حقوق اور فرائض کے بارے میں موثر انداز میں آگاہ کرتا ہے۔ یہ شخص کی کردار سازی اور اس کے نتیجے میں مجموعی طور پر معاشرے میں زیادہ تعمیری کردار ادا کرتا ہے۔ تعلیم کو قوم کی تعمیر کے ساتھ مربوط کیا جانا چاہئے اور بنیادی اقدار کو منتقل کرنے کے قابل ہونا چاہئے۔ تعلیم کو رویہ کی تشکیل کا ذمہ دار ہونا چاہیے۔ اسے افراد میں سماجی کاری کو منتقل کرنا چاہیے۔ تعلیمی نظام ریاست کے نظریے اور اس کی شناخت کے مطابق بنایا گیا ہے۔ تعلیم سماجی و اقتصادی ترقی کا مظہر ہے۔ حقیقی ترقی کے لیے مناسب تعلیمی سہولیات فراہم کی جائیں۔ شرح خواندگی میں اضافہ کیا جائے۔ تربیت یافتہ اور اہل انسانی قوت ہی کسی قوم کو کامیاب بنا سکتی ہے۔ ایسے پڑھے لکھے لوگ ہی وقت کے بدلتے ہوئے حالات اور چیلنجز سے نمٹنے کے لیے بہتر طریقے سے ایس بوسکتے ہیں۔ تعلیم بین الاقوامی ماحول کی بہتر تفہیم فراہم کرتی ہے جو ہم سب کو متاثر کرتی ہے۔ اسلام مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنے کا کہتا ہے۔ دوسرے مذاہب بھی تعلیم کو اہمیت دیتے ہیں۔

تعلیمی مسائل: 2:

تاریخی نقطہ نظر سے پاکستان نے آزادی کے بعد سے تعلیم کے فروغ کے لیے قابل ستائش کوششیں کی ہیں۔ طلباء کے اندراج کو بڑھانے کے لیے فنڈنگ، سہولیات اور مفت پرائمری تعلیم متعارف کرائی گئی۔ تعلیم کے فروغ کے لیے درج ذیل اقدامات کیے گئے

اس نے تمام پانچ سالہ منصوبوں اور سالانہ منصوبوں میں ترقیاتی منصوبہ بندی کا لازمی حصہ بنایا۔ ایجوکیشن کمیشن قائم کیا گیا اور نئی تعلیمی پالیسیاں متعارف کروائی گئیں۔ تنقیدی جائزہ ایسے سنگین مسائل کی نشاندہی کرتا ہے جن پر فوری توجہ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ تعلیم کو اپنے اہداف حاصل کرنے کے قابل بنایا جاسکے۔

وسائل کا مسئلہ

تعلیم کے لیے وسائل کی تقسیم تسلی بخش نہیں ہے۔ یہ اس سے بہت کم ہے جو بڑی تعداد میں ممالک تعلیم پر خرچ کرتے ہیں، خاص طور پر جو دوسری جنگ عظیم کے بعد ترقی کر چکے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر رقم تنخواہوں اور انتظامیہ کو ملتی ہے۔

بنیادی ڈھانچے، تحقیق اور ترقی کی سہولیات کے لیے کم رقم دی جاتی ہے۔

کم خواندگی

Join VU Group: <https://chat.whatsapp.com/FLGrrO9rl2V3bwaZRvHES8>

پاکستان میں شرح خواندگی 46 فیصد ہے۔ جبکہ بامعنی خواندگی بہت کم ہے۔ خواتین کی خواندگی کم ہے۔ دیہی علاقوں میں خواندگی بہت کم ہے۔

اندراج اور برقرار رکھنا:

تمام بچے سکولوں میں داخل نہیں ہیں۔ پرائمری اور ہائی اسکول کی سطح پر ڈراپ آؤٹ بہت زیادہ ہے۔ بچوں کو اسکول بھیجنے کی ترغیب یہ ہے کہ انہیں وہاں برقرار رکھا جائے۔ غربت اور کمی

62

تعریف کی وجہ چھوڑنا۔ مناسب سہولیات کے ساتھ کافی سکول نہیں۔ اسکولوں کی تعداد صرف کاغذات پر موجود ہے یعنی گھوسٹ اسکول۔

اساتذہ کے مسائل:

نچلی سطح پر قابل اساتذہ کی کمی نوجوان طلباء کی تعلیم کی طرف کم دلچسپی کی بڑی وجہ ہے۔ پاکستان میں طالب علم اور استاد کا تناسب بہت زیادہ ہے۔ اس لیے استاد طلبہ کے ساتھ مناسب سلوک نہیں کر سکتا۔ اساتذہ کو پیشے سے لگن کے لیے کوئی مراعات نہیں دی جاتی۔ خاص طور پر نچلی سطح پر تنخواہ اور دیگر سہولیات بہت مایوس کن ہیں۔ ٹریننگ اور ریفریشر کورسز بھی ناکافی ہیں۔ تدریس کی نئی تکنیک اور اچھی تدریس کے لیے درکار سہولیات اساتذہ کو فراہم کی جائیں۔

امتحانی نظام:

پاکستان میں امتحانی نظام ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ طلباء کی کارکردگی کا اندازہ کیسے لگایا جائے ایک مشکل سوال ہے۔ فہم اور علم کی گہرائی کے بجائے یادداشت کی کسوٹی پر زور دیا جاتا ہے۔ سیکھنا امتحان پاس کرنے کے لیے تیار ہے۔ کچھ لوگ صرف سال کے آخر میں کام کرتے ہیں اور سسٹم میں خرابی کی وجہ سے اچھے نمبر حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ غیر منصفانہ ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ طلباء کو اس بارے میں بہت کم علم تھا کہ پرچوں کی اصل میں درجہ بندی کیسے کی جاتی ہے۔ یہ اعلیٰ سطح پر ایک سنگین مسئلہ بن جاتا ہے۔ پھر بھی یہ بحث جاری ہے کہ اینول سسٹم یا سمسٹر سسٹم کو اپنانا چاہیے۔

سیاست کرنا:

طلباء گروپوں کے باہر کے گروپوں کے ساتھ سیاسی روابط ہیں۔ سیاسی جماعتوں کے تعلیمی اداروں میں اپنے ذیلی یونٹ بوتے ہیں جس کے نتیجے میں تشدد اور دھمکیوں کا استعمال ہوتا ہے۔ اس سے تعلیمی ماحول کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

تعلیم کی اقسام:

پرائمری:

کلاس 1 سے 5 سال تک کا پرائمری مرحلہ ہے۔ مساجد کے سکول بھی اس سطح پر کام کر رہے ہیں۔ اسے عالمگیر بنانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

درمیانی سطح:

یہ کلاس 6 سے 8 تک ہے۔

ثانوی:

یہ کلاس 9 سے 10 تک ہے۔

اعلیٰ ثانوی:

یہ کلاس 11 سے 12 تک ہے۔

ڈگری کی سطح:

یہ سائنس / آرٹس کی بیچلر ڈگری کے ایوارڈ کے لیے 2 یا 3 سال کے لیے یونیورسٹی کی سطح کی تعلیم ہے۔

یونیورسٹی، پوسٹ گریجویٹ سطح:

ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل۔ اور اس سطح پر پی ایچ ڈی خصوصی ڈپلومے اور پروگرام بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ کالجز

پوسٹ گریجویٹ سطح پر بھی پڑھا رہے ہیں۔ اب کچھ کالجوں کو یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا ہے۔

پیشہ ورانہ:

پیشہ ورانہ تعلیمی شعبے میڈیکل، ڈینٹسٹری، انجینئرنگ، بزنس اور کامرس تکنیکی اور پیشہ ورانہ ڈگریاں ہیں۔

تعلیم بالغان:

جو بالغ افراد اپنے ابتدائی سالوں میں تعلیم حاصل نہیں کر سکے ان کے لیے بالغان کی تعلیم متعارف کرانی گئی ہے۔ **فاصلاتی**

تعلیم:

لوگ کسی ادارے میں نہیں جاتے بلکہ گھر میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ طریقہ خدمت کرنے والے لوگوں اور دور دراز علاقوں میں رہنے والوں کے لیے مفید ہے۔ یہ دراصل کسی ادارے میں جانے کے بغیر اہلیت کو بہتر بنانے کا ایک طریقہ ہے۔

یہ ایک لچکدار نظام ہے جس میں میڈیا کے ذریعے لیکچرز اور ٹیوٹوریل سسٹم کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مثالیں ہیں:

- علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی
- ورچوئل یونیورسٹی: ٹی وی اور انٹرنیٹ

تعلیم کی نجکاری:

اسکول (انگریزی میڈیم)، کالجز اور یونیورسٹیاں نجی شعبے میں متعارف کرانی گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ اچھے معیار کی تعلیم دے رہے ہیں لیکن بہت مہنگی ہے۔

فوجی بنیادیں:

- میڈیکل اور آئی ٹی کی تعلیم
- نیشنل یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی
- بھریا یونیورسٹی
- ایئر فورس یونیورسٹی

جدید ٹیکنالوجی اور تعلیم:

ٹیکنالوجی کی تعلیم کا مطلب ہے آئی ٹی، کمپیوٹر- سافٹ ویئر اور ہارڈ ویئر کی تعلیم۔ آئی ٹی اور باقاعدہ تعلیم، علم اور تکنیکی تعلیم تک رسائی۔

ریمارکس اختتامی:

پاکستان میں تعلیم مناسب کردار ادا نہیں کر سکی۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان ترقی پذیر ممالک سے بہت پیچھے ہے۔ اس وقت کے چیلنجز سے نمٹنے کا واحد راستہ ہر سطح پر فنی تعلیم فراہم کرنا ہے۔ اس مقصد کے لیے تعلیم پر خرچ بڑھانا چاہیے۔ پرائمری تعلیم عالمگیر ہونی چاہیے اور خواتین کی تعلیم کو بڑھانا چاہیے۔ بامعنی تعلیم ہی ترقی کے تقاضوں کو پورا کر سکتی ہے۔

لیکچر 28
پاک 301

پاکستان کی خارجہ پالیسی

خصوصیات اور جھلکیاں

کوئی بھی ریاست تنہائی میں نہیں رہ سکتی۔ بات چیت کی ضرورت ہے۔ مختلف خطوں میں رہنے والے لوگوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے اندرونی اور بیرونی ماحول کے درمیان روابط بہت ضروری ہیں۔ قومی مفادات اور تشخص، معاشی وجوہات، امن و استحکام کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی کے محرکات ہوتے ہیں۔ پاکستان مختلف سطحوں پر کام کرتا ہے: دو طرفہ اور کثیر جہتی۔ یہ اقوام متحدہ اور دیگر بین الاقوامی تنظیموں کا رکن بھی ہے۔

خارجہ پالیسی کی خصوصیات

خارجہ پالیسی کی خصوصیات کا بنیادی مقصد آزادی، خودمختاری اور علاقائی سالمیت کا تحفظ ہے۔ بنیادی تشویش' سفارت کاری اور فوجی حفاظتی انتظامات کے ذریعے سلامتی ہے۔ پاکستان کی سیکورٹی کے حوالے سے قومی موبلائزیشن بمقابلہ ہندوستان نے خارجہ پالیسی کے اختیارات کو متاثر کیا۔ مضبوط دفاع بقا کے لیے ناگزیر ہے۔

تمام ریاستوں کے ساتھ تعلقات

پاکستان کے دنیا کی تقریباً تمام اقوام کے ساتھ باہمی مفادات، ہم آہنگی، امن اور اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کی بنیاد پر اچھے تعلقات ہیں۔ پاکستان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ مسائل پر امن طریقے سے حل کیے جائیں۔

بڑی طاقتوں کے ساتھ تعلقات

بڑی طاقتوں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت مختلف ہے۔

ریاستہائے متحدہ

پاکستان اور امریکہ کے تعلقات عمومی طور پر دوستانہ رہے ہیں لیکن وقتاً فوقتاً ایٹمی مسئلہ، ہتھیاروں کی فروخت، کشمیر وغیرہ پر مسائل پیدا ہوتے رہے۔

چین

چین کئی دہائیوں کے دوران ایک قابل اعتماد اور مستقل دوست ثابت ہوا ہے۔ پاکستان نے اقوام متحدہ اور بیرونی ممالک میں چین کی سفارتی حمایت کی۔ دونوں ممالک نے اقتصادی ترقی اور صنعت کاری، دفاع، سائنس و ٹیکنالوجی، ماحولیات اور تجارت سمیت تمام شعبوں میں قریبی تعلقات استوار کیے ہیں۔

روس

پاکستان کے روس کے ساتھ کام کرنے والے تعلقات ہیں لیکن سرد جنگ کے دور میں اکثر مسائل حل نہیں ہوتے رہے۔ روس پاکستان کے ساتھ تعلقات کی قیمت پر بھارت کے لیے سازگار رہا۔ مسئلہ کشمیر پر ان کا رویہ بھارت نواز رہا ہے۔ بعض اقتصادی تعلقات نے دو طرفہ تعلقات کو اس وقت تقویت بخشی جب روس نے کراچی میں سٹیل مل کے قیام میں پاکستان کو اقتصادی اور تکنیکی مدد فراہم کی۔ سرد جنگ کے بعد کے دور میں پاکستان تعلقات کو معمول پر لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ صدر مشرف کا حالیہ دورہ اسی مقصد کی جانب ایک قدم ہے۔

اقتصادی مسائل، تجارت، سرمایہ کاری

بین الاقوامی تعلقات میں اقتصادی ترقی، براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری اور تجارتی تعلقات جیسے مسائل کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ خارجہ پالیسی عالمی بینک، آئی ایم ایف، ایشیائی ترقیاتی بینک، بین الاقوامی ترقیاتی بینک اور دیگر ذرائع سے غیر ملکی امداد سے منسلک ہے۔ اقتصادی تعلقات دو طرفہ اور کثیر جہتی دونوں ہوتے ہیں۔ ٹیکنالوجی، تجارت، مارکیٹ تک رسائی اور سرمایہ کاری دونوں ممالک کے درمیان خوشگوار تعلقات کی کلید ہیں۔

پاکستان دوسرے ممالک کے ساتھ بھی اسی بنیاد پر اپنے تعلقات استوار کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ **مسلم ممالک**

پاکستان اسلامی ملک ہونے کے ناطے ہمیشہ مسلم ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات کی تلاش میں رہا ہے۔ یہ آزادی سے

پہلے بھی نظریہ پاکستان میں مرکزی نکتہ رہا ہے۔

ترقی پذیر ریاستوں کے ساتھ یکجہتی

پاکستان کو ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کی ریاستوں کے مسائل اور مسائل پر تشویش رہی ہے۔ جیسا کہ یہ ترقی پذیر ممالک کے مسائل سے بخوبی واقف ہے۔

65

پسماندگی، غربت، بیماری، قحط، خانہ جنگی اور سرحدی تنازعات، مہاجرین اور منشیات کی لت۔ پاکستان نے ہمیشہ اقوام متحدہ اور ترقی یافتہ ممالک پر ان کی مدد کرنے پر زور دیا۔ اگر انسانیت تکلیف میں ہے تو امن قائم نہیں رہ سکتا۔

ترقی پذیر ممالک کے درمیان اقتصادی اور تکنیکی مدد، تجارت اور سفارت کاری کے شعبوں میں تعاون کو ان مقاصد کے لیے بڑھایا جانا چاہیے۔ **اقوام متحدہ**

پاکستان نے 30 ستمبر 1947 کو اقوام متحدہ میں شمولیت اختیار کی۔ یہ اقوام متحدہ کے چارٹر سے وابستگی رکھتا ہے اور اقوام متحدہ کے اداروں میں سرگرم ہے۔ پاکستان 6 مرتبہ سلامتی کونسل کی رکنیت حاصل کر چکا ہے۔ یہ پوری دنیا میں اقوام متحدہ کے امن قائم کرنے والے مشنوں کا حصہ رہا ہے۔

استعمار مخالف، حق خود ارادیت

جیسا کہ ہم نوآبادیاتی حکمرانی کا شکار رہے ہیں ہم ہمیشہ ایشیا اور افریقہ کے لیے ڈی کالونائزیشن کی حمایت کرتے ہیں۔ پاکستان نے ہمیشہ ربوڈیشیا (زمبابوے)، جنوبی افریقہ، نمیبیا وغیرہ میں نسلی امتیاز کی مخالفت کی، اس نے ہمیشہ کشمیر، فلسطین، افغانستان اور دیگر کے حق خود ارادیت کی حمایت کی۔

اسلحہ کنٹرول

پاکستان سمجھتا ہے کہ اسلحے کی دوڑ کو کنٹرول کیا جائے، وسائل انسانی ترقی کے لیے استعمال کیے جائیں۔ اس نے اقوام متحدہ اور باہر اس مقصد کے لیے بات کی ہے۔ اس نے نہ صرف سپر پاور کی سطح پر بلکہ علاقائی اور دو طرفہ دونوں سطحوں پر روایتی اور غیر روایتی ہتھیاروں کے لیے ہتھیاروں کی دوڑ کی مخالفت کی۔ اس نے زور دیا کہ ہتھیاروں کی دوڑ کی بنیادی وجوہات کو ختم کیا جانا چاہیے۔

نیوکلیئر پالیسی

پاکستان ایٹمی ٹیکنالوجی کے پرامن استعمال کا چیمپئن رہا ہے۔ پاکستان نے یورینیم، پلوٹونیم کی پروسیسنگ کا علم اور صلاحیت رکھنے کے باوجود ایٹمی دھماکوں سے گریز کیا۔ یہ صرف اور صرف بھارت کے ایٹمی دھماکوں کے خلاف مزاحمت اور ردعمل کی خاطر تھا۔

بھارت کے ساتھ تعلقات

پاکستان کی خارجہ پالیسی کا سب سے زیادہ مسئلہ بھارت کے ساتھ تعلقات کا ہے۔ یہ تعلقات 1947 میں آزادی کے بعد سے کشیدہ ہیں۔ اس تلخی کی وجہ سے 1947-48، 1965 اور 1971 میں تین بڑی جنگیں ہوئیں۔ ایل او سی (لان آف کنٹرول) پر پروپیگنڈہ جنگ کے ساتھ محدود تنازعات اور پریشانیوں عام رواج ہیں۔ کشیدگی اس وقت بڑھ گئی جب 2002 کے دوران سرحد پر دونوں طرف کے فوجی آمنے سامنے رہے۔ بھارت بات چیت کے لیے تیار نہیں تھا۔ لیکن اب کشمیر اور دیگر مسائل پر دو طرفہ مذاکرات کی امید ہے۔ یہ جنوبی ایشیا کے 1.2 بلین لوگوں کے لیے خوشحالی اور امن لانے کا واحد راستہ ہے۔

کشمیر

ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تنازعہ کا بنیادی ذریعہ مسئلہ کشمیر ہے۔ اسے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے تحت حل کیا جائے۔ لیکن بھارت نے اسے اپنا اثوٹ انگ قرار دیا ہے۔ رائے شماری کرانے کے بجائے، اس نے پاکستان پر 1989 سے کشمیر میں شورش شروع کرنے کا الزام لگایا ہے۔

دہشت گردی کا کنٹرول

پاکستان دہشت گردی پر قابو پانے کی عالمی کوششوں میں فعال حصہ دار ہے۔ پاکستان نے طالبان کی حمایت واپس لے لی اور عالمی برادری سے ہاتھ ملا لیا۔ اس نے پاکستان کے اندر دہشت گردوں کے خلاف بھی کارروائی کی، کیونکہ یہ دہشت گردی اور فرقہ واریت کا شکار تھا۔ پاکستان سمجھتا ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے پہلے مسئلے کی جڑوں کو ختم کیا جانا چاہیے۔

ریمارکس اختتامی

پاکستان عالمی برادری کا فعال رکن رہا ہے۔ یہ انسانیت کی بہتری کے لیے سفارت کاری، مشغولیت اور سمجھوتوں کے ذریعے متنوع دباؤ کو متوازن کرتا رہا ہے۔

لیکچر 29

پاک 301

پاکستان اور مسلم دنیا

بنیادیں:

برصغیر کے مسلمانوں نے مذہب کی بنیاد پر اسلامی ممالک کے ساتھ گہری وابستگی کی ہے۔ انہوں نے کئی مواقع پر بھائی چارے کے اس جوش کا مظاہرہ کیا۔ تحریک پاکستان کے دنوں سے ہی ہندوستان کے مسلمانوں نے مسلم دنیا کے ساتھ روایتی پالیسی پر عمل کیا۔ الگ مسلم ریاست کے مطالبے کے پیچھے پان اسلام ازم اور اسلامی اقدار سب سے مضبوط محرکات تھے۔ چنانچہ تقسیم کے بعد انہوں نے ہمیشہ مسلم ممالک کے ساتھ قریبی دو طرفہ تعلقات کو ترجیح دی۔ تمام آئینوں میں پالیسی کے اصول مسلمانوں اور ان کے ورثے سے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں۔ مسلم بھائی چارے کی محبت آزادی کے دوران اور اس کے بعد بھی جاری رہی۔

آزادی کی حمایت:

پاکستان نے انڈونیشیا، تیونس، مراکش، الجزائر، لیبیا، سوڈان اور اریٹیریا کی آزادی کی مکمل اخلاقی حمایت کی۔

فلسطین:

پاکستان نے ایک مسلم ریاست ہونے کے ناطے ہمیشہ فلسطینی عوام کے قومی حقوق کا ساتھ دیا۔ اس نے آزاد فلسطینی ریاست کی بھرپور حمایت کی۔ مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسرائیلی پالیسیوں کی مذمت کی۔

تنظیم اسلامی کانفرنس:

تنظیم اسلامی کانفرنس دنیا کا سب سے بڑا مسلم فورم ہے۔ پاکستان ان 51 مسلم ممالک میں شامل تھا جنہوں نے رباط (1969) میں افتتاحی اجلاس میں شرکت کی۔ اس کی دوسری کانفرنس 1974 میں لاہور میں ہوئی تھی۔ پاکستانی اسے سیاسی، اقتصادی، تکنیکی، سائنسی معاملات کو حل کرنے کے لیے ایک موثر فورم بنانا چاہتے تھے۔ او آئی سی نے ہمیشہ کشمیر پر پاکستان کا ساتھ دیا۔

ECO اور RCD:

پاکستان، ایران اور ترکی نے جولائی 1964 میں علاقائی تعاون کی ترقی پر دستخط کیے تھے۔ اس نے 1985 تک اقتصادی ترقی کا نام دیا گیا۔ بعد ازاں افغانستان اور پانچ وسطی ایشیائی جمہوریہ آذربائیجان، ترکمانستان، ECO کے لیے کام کیا جب اسے ازبکستان، تاجکستان، کرغزستان، قازقستان اس میں شامل ہوئے۔

مسلم دنیا:

پاکستان کے تمام مسلم ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں۔

سعودی عرب:

سعودی عرب ایک مقدس ملک ہونے کے ناطے امت مسلمہ کا مرکز ہے۔ دونوں ممالک کشمیر سمیت اہم مسائل پر متفق ہیں۔ او آئی سی کے لیے سعودی تعاون اور بھارت کے ساتھ جنگیں بے مثال ہیں۔

متحدہ عرب امارات، کویت اور دیگر خلیجی ریاستیں:

ان ممالک اور ریاستوں کے پاکستان کے ساتھ قریبی اور خوشگوار تعلقات ہیں۔ حکمران خاندان سرکاری اور ذاتی دورے کرتے ہیں۔ گواہ بندرگاہ کی تعمیر کے بعد اقتصادی تعلقات کے نئے دور کا آغاز ہوا ہے۔

ایران:

ایران ایک پڑوسی ملک ہے جس کے ساتھ طویل تاریخی اور ثقافتی تعلقات ہیں۔ ایران نے سب سے پہلے پاکستان کو تسلیم کیا۔ ایران کے ECO اور RCD، CENTO کے بادشاہ بھی پہلے سربراہ مملکت تھے جنہوں نے پاکستان کا دورہ کیا۔ دونوں کے درمیان حوالے سے مشترکہ انتظامات تھے۔ ایران نے بھارت کے ساتھ جنگوں میں پاکستان کا ساتھ دیا۔ اس نے جموں و کشمیر کے لوگوں کی آزادی پر زور دیا۔ پاکستان نے فروری 1979 کے ایرانی انقلاب کا خیر مقدم کیا۔ مارچ 1997 میں صدر رفسنجانی اور دسمبر 2002 میں خاتمی نے پاکستان کا دورہ کیا۔

ترکی:

CENTO، RCD، ECO، ترکی ایک اور ملک ہے جس کے پاکستان کے ساتھ قریبی اور خوشگوار تعلقات کی طویل تاریخ ہے۔ وغیرہ کے کثیر الجہتی انتظامات میں دونوں کا بہت بڑا تعاون ہے۔

مصر:

ناصر کی قیادت میں مصر کو مغرب کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کی وجہ سے کچھ تحفظات تھے۔ 1956، 1967، 1973 میں جب اسرائیل نے مصر پر حملہ کیا تو پاکستان نے مصر کا ساتھ دیا۔ 1967 اور خاص طور پر 1970 میں ناصر کی موت کے بعد تعلقات بہتر ہونا شروع ہوئے۔

لیبیا:

کرنل قزافی پاکستان کے بڑے خیر خواہ اور حامی رہے ہیں۔ 1986 میں امریکی فضائی حملوں میں پاکستان نے امریکی حملے کی مذمت کی۔

اردن:

اردن ہمدردی کی ایک اور مثال ہے۔ شاہ حسین کو پاکستان کا خاص خیال تھا۔ انہوں نے پاکستان اور بھارت کے معاملات پر ہمارا ساتھ دیا۔ شاہ عبداللہ نے اس روایت کو جاری رکھا۔ دونوں کے درمیان فوجی تعلقات، تجارتی اور سفارتی تبادلے ہیں۔

افغانستان:

افغانستان ایک پڑوسی ریاست ہے۔ اس نے 'پختونستان' کے مسئلے کا ساتھ دیا اور پاکستان کے لیے مسائل پیدا کیے ہیں۔ افغانستان میں سوویت یونین کی فوجی مداخلت نے مجاہدین گروپ طالبان کو جنم دیا۔ 11 ستمبر 2001 کو امریکہ میں پیش آنے والے واقعے نے عالمی سفارتکاری میں بڑی تبدیلیاں کیں۔ طالبان کے بعد کرنل حکومت نے افغانستان کی تعمیر نو کی ذمہ داری لی۔

بنگلہ دیش:

بنگلہ دیش مشرقی پاکستان تھا لیکن اندرونی عدم استحکام اور بیرونی سازشوں نے بنگلہ دیش کو جنم دیا۔ پاکستان کے درمیان ابتدائی طور پر تلخ تعلقات تھے لیکن 1974 میں اسے تسلیم کر لیا گیا جس سے تعلقات معمول پر آ گئے۔ دونوں نے سارک، او آئی سی میں ایک ساتھ کام کیا۔

لیکچر 30

پاک 301

کورس کا جائزہ

پاکستان اسٹڈیز کے اس کورس کا مقصد ہمارے علم کو اپ ڈیٹ کرنے کے لیے کچھ بنیادی ڈیٹا اور معلومات فراہم کرنا ہے اور مستقبل کے امکانات کو تلاش کرنے کے مقصد کے ساتھ ماضی اور حال کی بہتر تفہیم فراہم کرنا ہے۔

پڑے علاقوں کا احاطہ کیا گیا ہے:

1. نظریہ پاکستان
2. تحریک آزادی
3. نئی ریاست، آئین اور سیاسی تاریخ
4. پاکستان پر بنیادی ڈیٹا
5. خارجہ پالیسی

نظریہ پاکستان: 1:

آئیڈیالوجی کیا ہے؟ یہ اعتقادات، اقدار اور نظریات کا ایک مجموعہ ہے ایک گروہ اور ایک قوم وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کے سماجی شعور میں جڑ جاتی ہے۔ یہ فراہم کرتا ہے: 1. اصول، نظریات، مستقبل کے لیے وژن

2. موجودہ سیاسی، سماجی اور اقتصادی انتظامات کا جائزہ
3. اپنے اصولوں پر مبنی شعور
4. ایک عزم اور سمت کا احساس
5. قانونی اور غیر قانونی بنانا
6. قیادت کا کردار

نظریہ پاکستان دراصل دو قومی نظریہ ہے، یعنی مسلمان ایک الگ سماجی، سیاسی اور ثقافتی شناخت کے مالک ہیں اور ایک الگ قوم ہیں۔ اس جذبے کو اسلام اور اس کے عالمی منظر نے فراہم کیا اور اس پر زور دیا۔ اسلام اس شعور کو پیدا کرنے میں بنیادی اور مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ تاریخ، معیشت اور سیاسی تجربہ جیسے دیگر عوامل بھی تھے۔ ہندوستان میں مسلمانوں میں اس شعور کا بتدریج ارتقاء ہوا۔

تحریک آزادی: 2:

اس کا مطالعہ یہ سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ مسلم شناخت کو سیاسی اہمیت کیوں حاصل ہوئی۔ مسلمانوں نے الگ ریاست کا مطالبہ کیوں کیا؟

وجوہات یہ تھیں:

- کے دوران ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی تجربے نے اہم کردار ادا 1857-1947
- کیا۔ انگریزوں کے دور میں بدلے ہوئے سیاسی ماحول نے ایک نئی صورتحال پیدا کی = نوآبادیاتی حکومت
- جدید تعلیم کے ساتھ نئی اشرافیہ جو حقوق اور مفادات کا شعور رکھتی ہے۔ = اکثریتی برادری کے ساتھ = مقابلہ
- ہندوستانی مسلمانوں کے ابتدائی مطالبات اکثریتی برادری کے تجاوزات کے خلاف تحفظات، آئینی ضمانتیں، صوبوں کا ایک وفاق تھا۔
- ہندوستانی سیاست کے دوران اہم موضوعات کا احاطہ کیا گیا
- لکھنؤ معاہدہ
- دہلی مسلمانوں کی تجاویز
- جناح کے 14 نکات

:جب مسلمانوں نے علیحدہ ریاست کا مطالبہ کیا تو اس مطالبے کے کئی عوامل ذمہ دار تھے

- نہرو رپورٹ کا کردار
- صوبائی وزارتیں
- کینٹ مشن پلان

نئی ریاست، سیاسی تاریخ اور آئین: 3

ہم نے نئی ریاست کے قیام اور آئین سازی میں مسائل سے شروعات کی۔ مسائل وفاق کی ساخت، نمائندگی، زبان، انتخابی نظام، اسلامی ریاست، اور پارلیمانی یا صدارتی نظام تھے۔
پھر ہم نے آئین سازی کی تاریخ کا مطالعہ کیا
• دو آئینی اسمبلیوں کے کام۔

- ون یونٹ سکیم
- فروری 1956 میں بنایا گیا آئین
- 1962، 1973 کا آئین
- آئین کی خصوصیات
- مختلف نظاموں، پارلیمانی اور صدارتی کے ساتھ تجربہ کریں۔
- سیاسی تاریخ: 1947-1971 اور 1972 تا حال۔

بنیادی ڈیٹا اور معلومات

پھر ہم نے اس کے بارے میں کچھ معلومات شیئر کی
پاکستان کی جغرافیہ، طبعی خصوصیات، سرحدیں اور پڑوس، قدرتی وسائل، زراعت

صنعت کاری

تعلیم

یہ عوامل گھریلو انتخاب، پالیسیوں، حیثیت اور دوسری ریاستوں کے ساتھ تعامل یعنی حدود اور پڑوس پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان کا مطالعہ پالیسی سازوں کے لیے بہت ضروری ہے۔

خارجہ پالیسی

اس باب میں خارجہ پالیسی اور مسلم ریاستوں کے ساتھ تعلقات کے فریم ورک پر بحث کی گئی ہے۔ خارجہ پالیسی کے مقاصد یہ ہیں
قومی مفاد

- آزادی، خودمختاری
- خودمختار مساوات، مشترکہ مفادات کی بنیاد پر سب کے ساتھ دوستی، باہمی فائدے، عدم مداخلت۔
- تنازعات کا پر امن حل۔
- اقوام متحدہ کے چارٹر پر ایمان

*****70*****